THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Wednesday, the May 22, 2024
(338th Session)
Volume IV, No. 02
(Nos. 01-03)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad
Volume IV — SP.IV (02)/2024
No. 02 — 15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran 1
2. Questions and Answers 2
3. Leave of Absence 52
4. Calling Attention Notice raised by Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur regarding recent appointments and amendment of Rules by the interim Rector of COMSATS University Islamabad 53
   - Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law and Justice 57
5. Calling Attention Notice raised by Senator Qurat-ul-Ain Marri regarding privatization of PIA 63
   - Senator Zamir Hussain Ghumro 65
   - Senator Poonjo 66
   - Senator Syed Kazim Ali Shah 67
   - Mr. Abdul Aaleem Khan (Federal Minister for Privatization) 67
6. Motion moved under Rule 3 of the Senate Finance Committee Rules, 1973 for election of the Senate Finance Committee 72
7. Further discussion on the Point of Public Importance raised by Senator Muhammad Fesal Vawda regarding rule of law in the country and role of judiciary 74
   - Senator Syed Faisal Ali Subzwari 74
   - Senator Mohsin Aziz 79
   - Senator Muhammad Tallal Badar 85
   - Senator Kamran Murtaza 91
   - Senator Raja Nasir Abbas 96
   - Senator Aimal Wali Khan 105
8. Point of Public Importance raised by Senator Kamran Murtaza regarding the incident of running over of a car on pro-Palestine protest camp at D-Chowk, Islamabad. 113
   - Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law and Justice 114
9. Direction of Presiding Officer regarding the matter raised by Senator Fesal Vawda and subsequent discussion thereof 125

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Wednesday, the May 22, 2024

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at thirty five minutes past ten in the morning with Mr. Acting Chairman (Syedaal Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ
الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا
كَرِيْمًا ﴿٢٣﴾ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿٢٤﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ
لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿٢٥﴾

ترجمہ: اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو۔ اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ اور یہ دعا کرو کہ: یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ

کیجئے۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے، اگر تم نیک بن جاؤتو وہ ان لوگوں کی خطائیں بہت معاف کرتا ہے جو کثرت سے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سورۃ بَنِیٓ اِسْرَآءِيْلَ (آیات ۲۳تا۲۵)

Questions and Answers

جناب قائم مقام چیئرمین: جزاک اللہ۔ Order No. 2, وقفہ سوالات۔اب ہم وقفہ سوالات شروع کرتے ہیں۔ سوال نمبرا، شہادت اعوان صاحب۔

*Question No. 1 **Senator Shahadat Awan**: Will the Minister for Railways be pleased to state the steps taken by the Government to control corruption in the Railways department indicating also the number of Railways officials held responsible/ penalized on corruption charges during the last five years?

Minister for Railways: It is intimated that following steps are being taken to control corruption in the Railways department:

Ticket Vending Machines, online reservation of ticket has been introduced to avoid black marketing of tickets.

Task teams have been established to keep watch on any irregularities and check the attendance of staff.

Ticketless campaigns through Special Ticket Examiners (STEs) groups and officers are being carried on daily basis in the divisions to check and charge the ticketless passengers with penalty.

Payment of pension is being carried out through online banking system to facilitate the pensioners as well as to eliminate the ghost pensioners.

All the auctions are held through designated committee in transparent manner and deposited amount is being received through CDR duly verified by the concerned Divisional Accounts Officers (DAO).

E-Kacheri as well as Khuli Kacheri are being carried out on monthly basis to solve the grievances complaints of staff / pensioners and public.

Vigilance offices have been established over the system to control the corruption.

Any complaint received from public / Railway staff is being entertained and resolved on priority basis.

An online booking/reservation application system has been launched by Pakistan Railways known as Railway Automated Book and Travel Assistance (RABTA). This application has eased the booking process and also helps in monitoring cash inflows.

To minimize the chances of corruption, the Human Resources Management & Information System, (HRMIS), Systems Applications & Products (SAP) in Data Processing have been launched to ensure less paperwork. Only authorized personnel have access to the data base of SAP and HRMIS.

Regular performance review meetings are conducted to ensure the timely disposal of disciplinary cases of employees.

Focal Persons have been nominated from all departments of Pakistan Railways to promptly resolve the complaints reported through Prime Minister's Performance Delivery Unit (PMDU).

Number of Railway Officials held responsible / penalized on corruption charges during the last five years are as under:

Division	Number of Employees penalized
Karachi	41
Quetta	1
Sukkur	14
Multan	12
Lahore	8
Rawalpindi	5
Peshawar	0
Mughalpura	3
Headquarters office Lahore	9

سینیٹر شہادت اعوان: جناب چیئرمین! ریلوے کے وزیر صاحب موجود نہیں ہیں تو کون جواب دیں گے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ (وزیر برائے قانون و انصاف): حسب روایت میں حاضر ہوں۔ وزارت قانون کی یہ ذمہ داری ماضی میں بھی رہی ہے۔ اگر میں satisfy کر پاؤں۔ جناب! جو آپ مناسب سمجھیں۔

سینیٹر شہادت اعوان: میری درخواست یہ ہوگی کہ تارڑ صاحب کھڑے ہو کر دونوں اطراف کے جواب دے دیں گے۔ میں نے بڑی اہم نوعیت کے سوالات کیے ہیں، بہتر یہ ہوگا کہ یا تو ریلوے سے متعلق سوالات کو defer کر دیں۔ میں تارڑ صاحب سے درخواست کروں گا کیونکہ میں نے قومی نوعیت کے سوالات پوچھے ہیں، کرپشن سے متعلق سوالات پوچھے ہیں۔ ریلوے کی جو پوزیشن ہو گئی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ average 107 accidents per year ہو رہے ہیں۔ ہزاروں لوگ مر رہے ہیں، 1965 کی جنگ میں اتنے لوگ نہیں مرے جتنے ریلوے کے حادثات میں مر رہے ہیں۔ کوئی ایسی ٹرین نہیں جو آپس میں ٹکرائی نہ ہو۔ جتنے signals ہیں، کل پرسوں بھی چھانگامانگا میں ٹریکٹر ٹرالی کا حادثہ ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا ہے کہ 2.6 operation, maintenance پر خرچ کر رہے ہیں، باقی سارے ان کے خرچے ہیں۔ قومی مفاد میں یہ ہوگا، وزیر موصوف تو ابھی دو تین مہینے سے آئے ہوں گے، ان کی توجہ مبذول کرانے کے لیے یہ سوالات کیے جاتے ہیں تاکہ ہم نشان دہی کر سکیں، even Auditor General نے جو چیزیں point out کی ہیں کہ اتنا ان کا سامان چوری ہو گیا۔ وہ بھی انہوں نے نہیں مانا، تسلیم نہیں کیا۔ میری درخواست ہے کہ بہتر یہ ہوگا کہ جس دن ریلوے کے وزیر صاحب آئیں، اس دن ان سوالات کو take up کیا جائے۔ اگر آپ چاہیں، ورنہ میں سوال کر لیتا ہوں لیکن

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: ریلوے کا portfolio Prime Minister صاحب خود دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے مجھے ہدایت کی ہے۔ وزیر اعظم صاحب آج صدر اسلامی جمہوریہ ایران کی تدفین کے سلسلے میں تہران تشریف لے جا رہے ہیں، ابھی شاید وہ کچھ دیر میں روانہ ہوں۔ میں اس پر جوابات تیار کر کے آیا ہوں۔۔۔۔

سینیٹر شہادت اعوان: ٹھیک ہے میں سوال کرتا ہوں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو شروع کر لیتے ہیں یا اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی اور اجلاس میں لے جائیں، لیکن میں جواب لے کر آیا ہوں کیونکہ یہ ذمہ داری مجھے ہی نبھانی پڑے گی۔

سینیٹر شہادت اعوان: ٹھیک ہے، ہو سکتا ہے کہ کل کوئی اور یہ کام کرے۔ میں نے ضمنی سوال کرنا ہے، پھر آپ جواب دے دیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی مہربانی کریں۔

سینیٹر شہادت اعوان: میں نے کرپشن کے حوالے سے وزیر موصوف سے یہ پوچھا تھا کہ پچھلے سالوں کے دوران ریلوے میں کتنی کرپشن ہوئی ہےاور آپ نے کیااقدامات کیے ہیں۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ہم نےvendor machines لگائی ہیں کہ ٹکٹ کس طریقے سےاستعمال کر رہے ہیں۔ میں نے کہاہے کہ جن لوگوں نے کرپشن کی ہے، ریلوے کو نقصان پہنچایاہے، ان کے خلاف کیاکارروائی کی ہے، سزادی ہے یانہیں، میرا سوال یہ تھا۔ میں وزیر موصوف صاحب سے یہ پوچھناچاہوں گاکہ آپ نے steps and measures بتادیے ہیں۔ صرف یہ بتادیں کہ یہ آپ نے کب سے شروع کیے ہیں؟ اس سے کرپشن کتنی کم ہوئی ہے؟ پچھلے پانچ سالوں میں ریلوے کاکتنا نقصان ہواہے؟ انہوں نے آخر میں chart دیاہے۔ میں نے calculate کیا ہے کہ 93 لوگوں کو کرپشن کا ذمہ دار قرار دیا گیااورpenalize کیا۔ وزیر موصوف صاحب صرف یہ بتادیں کہ 93 میں سے ایک آدمی جس کو کوئی سزاہوئی ہو، جیل میں گیاہو۔ صرف محکمانہ کارروائی کرلیناکافی نہیں ہے۔ اس پر وزیر صاحب کچھ بتادیں، پھرآگے بات کرلیں گے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: بہت شکریہ، سینیٹر شہادت اعوان صاحب۔ آپ نےاس ایوان کی توجہ ایک اچھے معاملے کی طرف دلائی ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان ریلوےکافی عرصے سےکافی مسائل کاشکار رہاہے۔ یہ کہانی ایک دو سالوں کی نہیں ہے، یہ دہائیوں پر محیط ہے۔ ایک بہت بڑامسئلہ جس نے ریلوے کی ترقی کو روکا ہے، وہ ریلوے کے ملازمین کاbulge ہے کہ ان کے ملازمین حاضر سروس اور retired ملازمین کی تعداد اس قدر ہے کہ ان کی تنخواہیں اور پنشن ریلوے کے بجٹ کا تقریباً 80% کھا جاتی ہیں، اس سے بھی شاید زیادہ ہو۔ جو باقی بچتا ہےاس سے ریل گاڑیاں چل رہی ہیں۔ جو development اورprogress ہے یعنی نئی بوگیوں کو شامل کرنا، نئے locomotives لانا، ان کے لیے بہت کم بجٹ رہ جاتا ہے۔ یہ figures پہلے بھی ایوان کے سامنے آچکے ہیں۔ جو سب سے بڑاfigure ہے کیونکہ یہ ایک autonomous body ہے،

corporate body ہے، اس کا اپنا Board of Directors ہے، Chairman appoint ہوتے ہیں۔ ان کی pension ہے۔ جو retired ملازمین ہیں، اسی طرح بہت سارے دیگر اداروں میں شاید پنشن کا نظام رائج نہیں ہے لیکن ان کے اپنے Act کے تحت کیونکہ Railway is creation of an Act, اس کے تحت rule making ہوئی ہے، اس میں pension کی سہولت دی گئی۔ یہ سب سے بڑا challenge ہے۔ فاضل سینیٹر صاحب نے پوچھا تھا۔ اس کا جواب ہم نے دے دیا کہ یہ یہ کام کیے گئے ہیں۔ انہوں نے خود بھی اس کا ذکر کر دیا۔ ضمنی سوال میں پوچھا گیا کہ کیا کیا سزائیں دی گئی ہیں۔ جو departmental proceedings ہیں، پاکستان ریلوے نے اس کا break-up دے دیا۔

اب فوجداری نوعیت کے جو مقدمات ہیں، مجھ سے بہت زیادہ فاضل سینیٹر جانتے ہیں کہ کوئی معاملہ ایسا ہو جس میں فوجداری جرم cognizable offence یا non-cognizable offence make out ہوتا ہو تو پھر وہ معاملہ پولیس کے حوالے کیا جاتا ہے یعنی Anti-Corruption Authorities کو یا جو بھی relevant authority ہے، مرکز کے level پر ایف آئی اے ہے۔ اس کی تفصیل میں specifically آج ان کو بتا دوں گا۔ ان سے تفصیلات لے کر آپ تک پہنچادی جائیں گی یا اس ایوان کو آگاہ کر دیا جائے گا۔ Departmental proceedings میں کراچی کے 41 ملازمین کے خلاف کارروائی شروع کی گئی، 13 کی increments withhold ہوئیں، 14 کو نوکری سے برخاست کر دیا گیا، ایک کو جبری retire کیا گیا، دو کی تنزلی کی گئی یعنی step-down کیا گیا، 6 exonerate ہوئے تھے اور 5 افراد کی سالانہ ترقی روک دی گئی۔

سکھر میں 14 لوگوں کے خلاف کارروائی ہوئی، اس زون میں 8 افراد کی increments withhold ہوئیں، ایک کو step-down کیا گیا اور 5 افراد نوکری سے برخاست ہوئے اور سکھر کے cases میں 12 لاکھ کے قریب recoveries ہیں۔

ملتان میں 12 افراد کے خلاف کارروائی ہوئی۔ 9 افراد کی increments کو withhold کیا، 2 کو step down کیا اور ایک کو revert کیا گیا۔ اسی طرح لاہور میں 9

اور راولپنڈی میں 5 پشاور، مغل پورہ، لاہور ہیڈ کوارٹرز ہیں۔ جو بات فاضل سینیٹر صاحب نے فرمائی ہے کہ total impact کیا آیا ہے۔اس کو exactly gauge کرنا کہ ان measures کی وجہ سے revenue کتنا بڑھا ہے یا کم ہوا ہے، وہ شاید اس وقت مشکل ہو، بہر کیف گزشتہ سالوں کی نسبت پچھلے سال پاکستان ریلویز نے اپنے operations کے ذریعے زیادہ پیسے کمائے ہیں اور اس میں گراں قدر اضافہ 12 سے 15 ارب کا ہوا ہے۔اسی وجہ سے حکومت کی grants or subsidy تھوڑا نیچے آئی ہے۔ جیسا میں نے پہلے عرض کیا کہ جب تک ریلویز کے pensioners کے مسائل بیٹھ کر حل نہیں ہوتے یا کوئی طریقہ کار وضع نہیں کیا جاتا تو ریلویز کی مالی مشکلات اسی طرح رہیں گی۔ جب تک ان challenges کو مکمل طور پر حل نہیں کرتے یا ان کا تدارک نہیں کرتے تو ریلویز کی ترقی ان سے منسلک رہے گی، جڑی رہے گی۔

سینیٹر شہادت اعوان: جناب چیئر مین! میرا question specific تھا to the extent of corruption اور یہ بات محکمے نے بات تسلیم کی ہے۔ معزز وزیر صاحب نے بتایا ہے کہ یہ لوگ میں نے calculate کیے ہیں کہ 93 لوگ مختلف جگہوں پر corruption کے cases میں involved ہیں۔ یہ پورا ایوان جانتا ہے، پورا ملک جانتا ہے کہ اگر traffic police والا چالان کاٹنے کے 50 روپے لے لے تو اس کے خلاف Anti-corruption کا case ہو جاتا ہے۔ اتنا بڑا قومی ادارہ جس کو اتنا بڑا loss ہو رہا ہے اور department خود کہتا ہے کہ 93 لوگوں نے corruption کی اور محکمانہ کارروائی کرکے چھوڑ دیا گیا۔ جناب! یہی وجہ ہے کہ اس محکمے کا اتنا خسارہ ہو رہا ہے۔ میری گزارش ہے کہ اس سوال کو کمیٹی میں بھیج دیں تاکہ وہاں ہم thoroughly دیکھ سکیں کہ جن لوگوں نے بدعنوانی کی، کیا ان کی صرف ایک ایک increment روکنے سے کام اچھا ہو جائے گا، کرپشن کم ہو جائے گی؟ اس سوال کو آپ کمیٹی میں بھیج دیں تاکہ معلوم ہو سکے اپنے لوگوں کو کس طریقے سے بچایا جارہا ہے اور کرپشن کیوں پھل پھول رہی ہے، یہ محکمہ کیوں تباہ ہو رہا ہے۔

جناب قائم مقام چیئر مین: جی وزیر قانون صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: اگر فاضل ممبر یہ سمجھتے ہیں کہ کمیٹی میں زیادہ length سے discussion ہونی چاہیے اور پارلیمان کی وہ extended arm ہے جو آپ کی ذمہ داریوں میں سے ایک ہے کہ جو functions of the Executive ہیں ان کو دیکھنے کے لیے through Standing Committees, Parliament function کرتی ہے، جسے ہم Parliamentary oversight کہتے ہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اگر یہ معاملہ وہاں پہ refer ہو جائے، یہ سوالات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ جی اگلا سوال بھی وہ جب آئے گا تو۔۔۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ٹھیک ہے کمیٹی کو refer کر دیتے ہیں۔ اگر اس حوالے سے کسی نے کوئی ضمنی سوال کرنا ہے۔ محسن صاحب آپ کر لیں۔

سینیٹر محسن عزیز: جی مہربانی۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ unfortunately ریلوے اب ایک غریب آدمی کی سواری ہے اور یہاں پر ایک وطیرہ بن گیا ہے کہ ہم ہمیشہ ہی غریب آدمی سے accountability پہلے شروع کرتے ہیں۔ یہاں پر جو جواب آیا ہے، اس میں یہ کہا گیا ہے کہ انہوں نے ریلوے کی بکنگ اور ٹکٹنگ کے سسٹم کو کس طرح سے بحال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ accountability کا جو جواب دے رہے ہیں وہ اس چیز کا ہے کہ ٹکٹنگ میں اور اس میں جو ٹکٹ آفیسر ہے یا جو مسافر ہے ان میں کیا میل جول ہے اور اس میں کیا کرپشن ہے۔ وہ تو اونٹ کے منہ میں زیرہ والی بات ہے۔ جو اصل بات ہے اس کا انہوں نے جواب ہی نہیں دیا۔ جیسے کہ میں عرض کر دوں کہ کہاں کہاں پہ لینڈ مافیا نے زمینیں قبضہ کی ہوئی ہیں؟ اس کے اوپر کیا ایکشن ہوا ہے ؟ کس طریقے سے یہاں پر جو purchases ہیں اور اس میں جو گھپلے ہوئے ہیں جس کے متعلق Public Accounts Committee وغیرہ میں بھی مقدمے آتے رہتے ہیں، اس پر کیا ایکشن لیا گیا ہے۔ اس کا تو یہاں کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جو سوال کا جواب دیا گیا ہے یہ incomplete ہے اور یہ اس کو defuse کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو شہادت صاحب نے سوال کیا میں اس کا جواب چاہتا ہوں۔ آپ کا یہ جواب بالکل نامکمل ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی تو یہ refer ہو گیا ہے۔۔۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جو تفصیلات مجھے میسر تھیں، میں off the cuff اس لیے نہیں بولتا کہ وہ غیر ذمہ دارانہ بیان ہوتا ہے کیونکہ کئی بار طرز تکلم کی وجہ سے ویسے جوابات دے کر اس وقت تو آپ نکل جاتے ہیں، لیکن میں یہ believe کرتا ہوں کہ اس معزز ایوان میں نپی تلی بات ہو۔ جو حقائق ہیں وہ آپ کے سامنے ہوں، جو حقائق لکھ کر دیے گئے اور جو briefing میں مجھے ملے میں نے وہ سارا بتا دیا اور وجوہات بھی بیان کیں۔ آپ کے سامنے break down دیا ہے۔ سینیٹر شہادت اعوان صاحب کا یہ اچھا سوال تھا کہ جتنے criminal actions ہوئے ہیں، ان پر کتنی departmental proceedings ہوئی ہیں۔ ۔ Since I am not aware that how many cases were then converted into criminal cases because for that matter one need to have a criminal offence committed prima facie, اس کے لیے پھر پرچے کا اندراج، تفتیش کہ جب تک وہ cognizable offence نہ بنے، وہ نہیں ہوتا تو میں نے اس کے لیے کہا تھا کہ میں محکمے سے مزید معلومات لے کے بتا دوں گا لیکن کیوں کہ انہوں نے خواہش کی کہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو ذرا تھوڑی تفصیل میں inquire ہونا ہے اور inquiry purpose کے لیے discussion کے لیے اسے قائمہ کمیٹی کو refer کر دیا جائے۔ I conceded to that اس لیے کہ ہمارے جو ادارے ہیں وہ پاکستان کی عوام کی خدمت کے لیے بنائے گئے اور انہی کے لیے حکومت ان کو subsidies بھی دیتی ہے۔ پاکستان ریلوے ان اداروں میں سے ہے جو اپنی آمدن سے زیادہ اخراجات کر رہا ہے اور پچھلے سال اس کا جو کل بجٹ تھا، وہ 110 ارب بلکہ تقریباً 111 ارب کے قریب مقرر کیا گیا۔ اگر اخراجات کی تفصیل دیکھیں تو اس میں سے تنخواہیں جو تھیں وہ ساڑھے 35 ارب روپے اور پینشن جو ہے وہ تقریباً 39 بلین۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ میں آپ کو ایک overview دے رہا ہوں کہ جب چیزیں اس طرح سے ہوں گی کہ 68 % جو بجٹ ہے وہ چلا جائے تنخواہوں اور پنشن میں تو پھر ظاہر ہے کہ اس ادارے نے سانس کہاں سے لینا ہے۔ یہ ساری چیزیں revamping چاہتی ہیں۔ اس کے لیے پارلیمان نے بھی اپنا کردار ادا کرنا ہے اور یہ حکومت کی بھی ذمہ داری ہے۔ اسی وجہ سے میں نے کہا کہ یہ سوالات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے

ہیں، ہم بحث میں ضرور جائیں لیکن اگر معاملہ کمیٹی کو refer ہو چکا ہے تو کیا بہتر ہو گا کہ کمیٹی میں یہ ساری چیزیں ریلوے کے افسران سامنے بیٹھ کر آپ تک پہنچائیں؟ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: Next question سینیٹر شہادت اعوان صاحب۔

*Question No. 2 **Senator Shahadat Awan:** Will the Minister for Railways be pleased to state:

(a) whether it is a fact that railways suffered a loss of Rs.55 Billion in FY 2023, if so, the reasons thereof; and

(b) reformative measures being taken by the Government to curtail the loss?

Minister for Railways: (a & b) 1. No, this is not a fact. Pakistan Railways (PR) had not incurred a loss of Rs. 55 billion in the FY 2022-23.

2. In FY 2022-23, PR earned revenue of Rs. 63.250 billion and received a Grant in Aid/subsidy of Rs. 47.5 billion from Finance Division which comes to Rs.110.8 billion. The details of expenditure during FY 2022-23 is given as under:-

Particulars	PKR (in billions)	% Share of total budget
Pay Rs. 35.5 billion) Pension (Rs38.9 billion)	74.4	67.17%
operations	26.1	23.53 %
Repair & Maintenance	6.3	5.65%
Others	4.0	3.65%
Total Expenditure	**110.8**	

3. Although Pakistan Railways has substantially increased its revenue (251%) during the last decade through reforms and improved management, yet it is not sufficient to meet Pakistan Railways requirements mainly due to exponential growth in pension. The above mentioned table shows that almost 67% of the total expenditure is spent on pay and pension benefits only. Pakistan Railway is currently the only exception which is maintaining pension on its books. Finance Division provides financial assistance to Pakistan Railways in the shape of Grant-in-Aid/subsidy for payment of pay and pension. There has been exponential growth in pension since 2016 in the wake of new Pension Policy/PM Package for in service death, issued by the Finance Division in 2015. The burden of pay and pension has significantly increased on the Pakistan Railway whereas Grant-in Aid/subsidy remained stagnant in comparison to rising expenditure of pay and pension. This is the reason that there are pending liabilities of Rs. 27.5 billion on account of commutation, payment of Prime Minister's Package etc.

4. Pakistan Railways has proposed transferring Pakistan Railways pension responsibilities and funding to the Finance Division.

This would reduce the grant to Pakistan Railways but provide sufficient funds for operational activities by removing the burden of pension liability and regular pension.

5. Further massive floods in the month of July and August 2022 forced to suspend the train operations for 02 months and affected badly the revenue of Pakistan Railway.

6. Resultantly Pakistan Railway is left with less funds for procurement of necessary activities like operating cost, repair and maintenance, purchase of high speed diesel and others. Despite facing all these hardships, revenue of Pakistan Railway is showing increasing trend during the current FY year as Pakistan Railway has earned Rs. 40.1 billion in the first half of FY 2023-24.

7. Pakistan Railway has also taken following measures to increase its revenue:

(i) Out of total 165,350 electricity meters, 26,660 residential electricity meters have been transferred to DISCOs and K-Electric to rationalize its expenditure on utilities to avoid payment on bulk meters.

(ii) The organization implemented a new System Application & Products (SAP), Enterprise Resource Planning /(ERP) system with the goal of increasing efficiency and reducing risk. The new platform aims to automate manual processes, standardize financial activities, and eliminate vulnerabilities like fraudulent payroll activity and improver.

(iii) E-Pak Acquisition & Disposal System project (EPADS) is being implemented to transport

from conventional procurements to swift e-procurement/e-tendering.

(iv) The consulting firm National Engineering Services Pakistan (NESPAK) has been awarded a contract to conduct a feasibility study for converting Pakistan Railways power/electricity infrastructure to solar energy. The project will be developed on a Build-Own-Operate-Transfer basis. One hundred sites have been identified that are expected to save Rs.1000 million (Rs.1 billion) per year in energy costs once converted to solar power.

(v) Short-term leasing of land has been introduced instead of Long-term leasing to stay competitive in the market and to increase the revenue.

(vi) Railways passenger train fares have been increased in accordance with the fuel price hike to generate more revenues.

(vii) Pakistan Railways colonies are operating on limited hours operation of water pumping plants.

(viii) A ban has been introduced on use of Air Conditioners for officers below BPS-19.

(ix) A complete ban has been introduced on the purchase of vehicles from the current budget allocation of Pakistan Railways.

Pakistan Railway aims to improve efficiency and conserve operational fuel use by automating its fuel management system.

جناب قائم مقام چیئر مین: آپ کا ضمنی سوال کیا ہے؟

سینیٹر شہادت اعوان: جس طریقے سے محسن عزیز صاحب نے کہا کہ یہ سارے سوالات ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، لیکن تھوڑی سی وزیر صاحب کی توجہ مبذول کرواؤں گا کہ میں نے اس میں یہ کہا کہ ریلوے کو financial year 2022-23 میں 55ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ اس کے جواب میں ریلوے نے یہ لکھا ہے کہ ریلوے کو کوئی نقصان نہیں ہوا لہٰذا اس کی طرف میں توجہ دلوانا چاہوں گا۔ ڈان اخبار میں خالد حسنین صاحب نے ایک رپورٹ لکھی اور اس سے میں نے یہ questionاٹھایا ہے کیونکہ قومی نوعیت کا یہ case تھا کہ 55ارب روپے کاایک ادارے کو نقصان ہونا بہت بڑی بات تھی۔ وزارت نے اس بات پر انکار کیا ہے۔ کیاوزیر قانون صاحب نے اس پر briefing لی ہو گی؟ کیا یہ ان کے علم میں ہے یا یہ اس بات سے انکار کریں گے کہ ریلوے کو 2023 میں 7 بلین کا نقصان ہوا۔ یہ award of contract on higher rates پر ہونے کی وجہ سے ہوا۔ جو ٹھیکے دیے گئے ان کی وجہ سے سات ارب روپے کا نقصان ہوا اور اس کے علاوہ کروڑوں روپے کا سامان چوری ہونے کی وجہ سے بھی نقصان ہوا۔ میں یہ مان لیتا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے، تو ریلوے نے اس کی تردید کیوں نہیں کی؟ اس کو کیوں نہیں جھٹلایا؟ اگر یہ خبر غلط تھی تو یہ بات وزارت کو جُھٹلانی چاہیے تھی۔ اس کے علاوہ میں نے اس کی تصدیق بھی کی۔ یہ میں نے سال 2023 کے آڈیٹر جنرل کی رپورٹ سے لی ہے۔ اس میں بھی انہوں نے یہ کہا کہ کروڑ روپے کا نقصان ریلوے کو اس طریقے سے پہنچ چکا ہے۔ تو میرا کہنا یہ ہے کہ ریلوے تو اس نقصان کو نقصان ہی نہیں سمجھتا کہ کروڑوں روپے کا سامان چوری ہو چکا ہے، آپ نہیں مانتے۔ ایک روپے کا کام آپ نے 11 روپے میں ٹھیکے پر دے دیا اور آپ اس کو نقصان نہیں مانتے تو ریلوے ہو یا کوئی اور ادارہ نقصان میں کیوں نہیں جائے گا۔ چونکہ آپ اس کو کمیٹی میں بھیج چکے ہیں تو یہ بھی ایک connected question ہے اور اسے بھی ہم وہاں پر thoroughly دیکھ لیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: پچھلے سال 2022-23 کا تھا۔ اس میں یہ fact ہے کہ ریلوے نے اپنی آمدن میں خاطر خواہ اضافہ کیا ہے اور وہ بڑھ کر 63.250 billion یعنی سوا 63 ارب روپے تک پہنچ گیا ہے۔ اس سے پچھلے سالوں سے یہ 251 فیصد بڑھوتی ہے۔ اس وقت خواجہ سعد رفیق وزیر ریلوے تھے۔ وہ یہاں آکر جوابات دیتے تھے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انہوں نے بہت efforts کیں۔ باوجود massive flooding کے جس نے بلوچستان اور سندھ دونوں صوبوں میں بہت زیادہ devastating damage کیا اور جس سے بے تحاشہ نقصان اٹھانا پڑا۔ ایک تو operations suspend رہے۔ سینیٹر شہادت اعوان کا تعلق صوبہ سندھ سے ہے اور وہ اس بات کی تائید بھی کریں گے۔ دوسری بات، انہیں recovery and reconstruction میں بہت زیادہ efforts کرنی پڑیں۔ایک بات جو مانی جانی چاہیے وہ یہ کہ پچھلے سالوں 2018-19, 2019-20,2020-21 کی نسبت 2022-23 کا سال جس میں وزیر موصوف ریلوے کے وزیر تھے، انہوں نے railways operations, goods and transport and passenger trains سے جو ریلوے کی آمدن تھی، اس میں ڈھائی گنا اضافہ کیا جو 250 فیصد اضافہ ہے اوروہ رقم جواب میں بھی mentioned ہے۔ اسی وجہ سے سبسڈی کی رقم نیچے گئی اور یہ ایک بہت بڑی achievement ہے۔ درست فرمایا کہ پچھلے سالوں کے یعنی 2019-20, 2021- 22,2022-23 کے جب audits آئے تو ان میں تفاوت ہے and I think it is domain of Public Accounts Committee. اس میں جب پارلیمنٹ کی کمیٹی ان کو بلا کے اس کا حساب مانگیں گے تو ان کو حساب دینا ہوگا لیکن ایک چیز ہمیں ضرور appreciate کرنی چاہیے کہ جو انہوں نے خود اپنے operations کے ذریعے improve کیا ہے کہ وہ اگر 22-20 ارب تھا تو اس کو 65 ارب پر لے گئے۔ یہ ایک اچھی بات ہے۔ جو خوشی کی خبر ہے توقع اس سے یہ پیدا ہوتی ہے کہ محنت کی جائے تو اس میں اور بہتری آسکتی ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: شکریہ جناب چیئرمین! یہ جو سوال ہے اور اس کے آگے جو جواب ہے۔ ابھی جو شہادت اعوان صاحب نے بڑے معصومانہ انداز میں بتایا کہ وہاں پر ان کا سارا سامان چوری ہو گیا، اس ملک میں لوگوں کے تو mandate چوری ہو جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر صاحب مختصر سوال کر لیں۔

سینیٹر محمد ہمایوں مہمند: جناب والا! جو problem ہے، انہوں نے جو mention کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے pension کے حوالے سے بہت زیادہ مسئلہ ہو گیا ہے۔ یہ 2015-16 کی بات ہے جس میں یہ غلط decision لیا گیا ہے، اس سے صرف railways نہیں، اس سے پورا پاکستان تباہ ہو رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ decisions جن لوگوں نے لیے ہیں، ان کو کون احتساب میں لے کر آئے گا؟ وہ ایسے غلط decisions لے رہے ہیں۔ نمبر دو، ابھی ہمارے معزز وزیر صاحب نے جواب دیتے ہوئے 2018, 2019 and 2020 کا comparison بتایا ہے۔ میں یہ چاہوں گا کہ آپ مجھے اس کمیٹی میں بھیجیں کیوں کہ میں جب comparison دیکھوں گا تو پورا trend دیکھوں گا، میں دیکھوں گا پچھلے پندرہ بیس سالوں سے کیا trend ہے؟ ساری چیزیں کس طریقے سے ہو رہی ہیں؟ کیوں کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ graph اوپر جا رہا ہو، چیزیں ٹھیک ہو رہی ہوں، جو پہلے غلط چیزیں تھیں۔ مجھے وزیر صاحب یہ بتائیں کہ جس trend کا انہوں نے ذکر کیا ہے، اس trend کا 2018 with figures سے پہلے کا بھی بتائیں اور 2018 سے 2022 کا بھی بتائیں اور 2022 سے لے کر 2023 کا بھی بتائیں۔

باقی رہی بات چوری کی وہ تو ہونی تھی، mandate چوری ہو جاتا ہے یہ سب تو ہونا ہی تھا۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب والا! فاضل سینیٹر صاحب نے اپنا ایک سیاسی بیانیہ دینا تھا اور دے دیا، معاملہ کمیٹی میں جا رہا ہے۔ میں نے جیسے پہلے عرض کیا صرف ایک سال میں trend ہو تو 10,20,30 or 40 فیصد کا ہوتا ہے۔ محنت کی وجہ سے، operations کو بڑھانے کی وجہ سے اور freight trains and passenger trains کے جو نمبرز ہیں ان کو regular کرنے کی وجہ سے پچھلے مالی سال کے دوران، ہم نے یہ June to June کا

breakupدیا ہے، railwaysکی جو operationalآمدنی تھی میں نے جس کے بارے میں وضاحت کے ساتھ عرض کیا ہے وہ 291 فیصد بڑھ گئی۔ 2015-16 میں ایسا کوئی بھی decision نہیں ہوا جو کہ railwaysکی pension کا واقعی حکومت کے levelپر ہوا ہو، میں نے پہلے ہی عرض کیا کہ railwaysپہلے ہی ایک autonomous bodyہے، اس کا اپنا ہی boardہے، یہ body corporateہے، اس کے اپنے board of directorsہیں، اس کے head Chairmanہوتے ہیں یہ decisionsاس کے حوالے سے وہ خود کرتے ہیں۔ اس دور میں بھی میں بطور وکیل، میرے پاس جو first-hand information ہے ، میں آپ کے ساتھ shareکرتا ہوں۔ Railwaysکے ایک دو معاملات میں مجھ سے مشاورت کی گئی اور وہ معاملات پھر ہمارے جو اور ساتھی تھے انہوں نے دیکھے تھے۔ اب اس معاملے میں، میں آپ کو بڑے یقین کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ railwaysکی اربوں روپے کی مالیت کی پراپرٹیز جنرل پرویز مشرف کے دور میں lease outکردی گئی تھی جس میں لاہور کا رائل پام کلب بھی تھا اور وہ بڑی shady dealتھی۔ اس پر actionلیا گیا اور وہ واگزار کروانے کے لیے عدالتوں سے بھی رجوع کیا گیا۔ لاہور ہائی کورٹ میں معاملہ چلتا رہا، وہ اربوں روپے کی جو پراپرٹی تھی وہ دوبارہ regainکی گئی اس پر receivers appointہوئے۔ اسی طرح جو نئی بوگیاں add ہوئی تھیں اور revamping کے لیے effectiveکام ہوا تھا وہ بھی انہیں سالوں میں ہوا تھا۔ میں کوئی blame gameمیں نہیں پڑنا چاہتا کہ پھر 2018 to2020میں کیا ہوا یا کیا نہیں ہوا۔ میں نے تو آپ کے سامنے صرف ایک figure رکھی ہوئی ہے کہ 2020-2021 میں جو railwaysکے operationalمنافع جات تھے، جو انہوں نے operations میں سےamount earnکی، وہ اگر 19 ارب روپے تھی تو وہ 291 فیصد بڑھنے کے بعد 60 ارب روپے کے لگ بھگ ہوگی، اس سے زیادہ چلی گئی۔ یہ ایک achievementہے ہمیں اسے ماننا چاہیے، کیوں کہ معاملہ کمیٹی میں چلا گیا ہے یہ ساری باتیں وہاں پر ہوں گی، بالکل آپ اس ایوان کے فاضل رکن ہیں، آپ نے سوال اٹھایا ہے آپ وہاں پر بھی جاکر بات کر سکتے ہیں، میں railways officialsسے کہوں گا کہ وہ پوری تیاری کے ساتھ

سارے facts and figures کے ساتھ لے کر آئیں۔ ان کے senior officers آج بھی gallery میں بیٹھے ہوئے ہیں، ظاہر ہے یہ requirement ہے ان کو یہاں پر ہونا چاہیے۔ معزز سینیٹرز کے سوالات وہ note کر رہے ہیں، ان شاء اللہ جب یہ briefing ہوگی they will come prepared on this. بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر دنیش کمار صاحب۔

سینیٹر دنیش کمار: شکریہ جناب چیئرمین! پہلے سینیٹر شہادت اعوان صاحب یہ ذمہ داری انجام دیا کرتے تھے، اب تارڑ صاحب کے کندھوں پر جوابات کی ذمہ داری ہے۔ تارڑ صاحب میں آپ کی توجہ چاہوں گا، شہادت اعوان صاحب نے جو کہا تھا کہ کتنا نقصان ہوا ہے؟ نقصان تو آپ نے واضح طور پر mention کیا ہے مگر الفاظ کی ہیر پھیر ہے۔ جناب والا! 23-2022 میں جو railways کا revenue ہے وہ 63 ارب روپے ہیں اور جو اخراجات ہیں وہ 110 ارب روپے ہیں تو نقصان کتنا ہوا؟ 47 ارب روپے کا ہوا، شہادت اعوان صاحب کی بات تو صحیح تھی۔ آپ لوگوں نے الفاظ کی ہیر پھیر میں کیوں الجھایا ہوا ہے؟ آپ سیدھا سیدھا کہیں کہ 47 ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ یہ تو ایک معمولی کلاس چہارم کا فیل شاگرد بھی بتا سکتا ہے یہ railways والوں کی نااہلی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ دنیش صاحب۔

سینیٹر دنیش کمار: نہیں جناب والا! یہ میرا سوال ہے کہ انہوں نے یہ نااہلی کیوں چھپائی ہے۔ تارڑ صاحب یہ بتائیں کہ جب آپ کہہ رہے ہیں کہ ان کی 63 ارب روپے کی income ہے اور خرچہ 110 ارب روپے ہے تو نقصان کتنا ہوا؟ یہ تو سیدھا جواب ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں نے یہ بات ابتدا میں بیان کی تھی اور لکھ کر دی ہوئی ہے۔ ہم نے یہ کہا ہے پچھلے سالوں میں، میں اس کو دوبارہ repeate کرتا ہوں۔ پچھلے سالوں میں railways کی آمدن 20 ارب روپے کے لگ بھگ رہی ہے وہ بڑھ کر پچھلے مالی سال میں 63 ارب روپے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے خسارے میں کمی آئی ہے لیکن میں نے جیسے پہلے عرض کیا کہ اگر ایک ادارہ جس کا total budget 100 rupees ہے، اس میں سے اگر 68 روپے آپ تنخواہوں اور pension میں دے دیں گے اور باقی آپ تقریباً 24 روپے پیٹرول، ڈیزل اور

کوئلے کی خریداری کے لیے دے دیں گے تو پھر آپ کے پاس کیا بچے گا؟ آپ کے پاس صرف repair and maintenanceکے لیے پانچ روپے بچیں گے اور دیگر جوکہ آپ نے نئی بوگیاں ڈالنی ہیں، نئے انجن لیکر آنے ہیں، نئے tracks بچھانے ہیں یا ان tracksکو improve کرنا ہے، اس کے لیے ساڑھے تین روپے بچیں گے۔ میں نے یہی عرض کی تھی کہ یہ صورتحال بڑیcomplexہو گئی ہے، سب سے بڑا بوجھ جو پاکستان ریلوے پر ہے یہ ہمارا قومی ادارہ ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ حکومتیں کاروبار نہ کریں جوprivate entrepreneursہیں JVsکے ساتھ چیزیں چل رہی ہیں۔ ہم نےBritish railways سے زیادہ بہتر نظام کہیں پر نہیں دیکھا۔ واقعتاً آپ دیکھیں ہم گھڑیاں ٹھیک کرتے ہیںover the yearsان کے 90 فیصد کےoperations ہیں وہ privatizeہیں، وہاں پر version Atlantic بھی آگیا ہے، وہاں پر blue lineوالے بھی آگئے ہیں اور مزید بھی آگئے ہیں۔ ہم نے بھی دو تین جگہوں پر تجربے کیے ہیں وہ ٹھیک رہے۔Business Train تھی، لوگ fast trainکے لیےbidکر رہے ہیں، ہمیں tracks improveکرنے کی ضرورت ہے، بہت بڑا networkہے unfortunatelyہم اسے سنبھال نہیں سکے اور یہ کہانی 76 سالوں کی ہے یہ ایک دن کی کہانی نہیں ہے۔ 1947ء سے لیکر ہم نے کتنے کلومیٹر اضافہ کیا؟ یہ ایک تکلیف دہ بات ہے۔ میں نے تو یہ سارا آپ کے سامنے لکھ کر رکھا ہے کہ یہ وہ breakdownہے، آپ کو صرف بتایا کہ railwaysپر جب pressureآیا تو انہوں نے اپنی آمدن بڑھانے کے لیے اپنے operationsکیincomeکو 19ارب روپے سے بڑھا کر اس کو 60,62 ارب روپے پر لیکر آئے، یہ ایک اچھی چیز ہے، کم از کم اس پر ان کو appreciateکر دیں۔ اب ان کے اخراجات میں کیسے کمی آنی ہے؟ وہ اس پر اپنا کام کر رہے ہیں، معزز ایوان میں جب کمیٹی کیbriefingآئے گی، آپ کمیٹی میں اچھی تجاویز دیں یہ سمجھ کر دیں کہ یہ ہمارا قومی ادارہ ہے، ہم سب نے اس کو بہتر کرنے کے لیے، پاکستانی عوام کی services بہتر کرنے کے لیے اچھی تجاویز دینی ہیں۔ میری دعا ہے یہ ادارہ ترقی کرے یہ غریب آدمی کی سواری ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: محسن صاحب یہ کمیٹی میں refer ہو گیا ہے اور اس کمیٹی میں سینیٹر محمد ہمایوں مہمند صاحب اور سینیٹر دنیش کمار صاحب بھی ممبر ہوں گے۔ ضمنی سوال تین ہو گئے ہیں، محسن صاحب نے، ہمایوں صاحب اور دنیش کمار صاحب نے بات کی ہے تین ہو گئے ہیں، تین سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔

Mr. Acting Chairman: Question No.3, Shahadat Awan Sahib.

*Question No. 3 **Senator Shahadat Awan:** Will the Minister for Railways be pleased to state:

(a) the details of train accidents took place during the last five years; and

(b) whether any inquiry/ investigation has been conducted regarding the said accidents, if so, the details thereof indicating also the action taken against those officials found responsible for the accidents?

Minister for Railways: (a) The Pakistan Railways classification of Accidents as contained in relevant rule books of Pakistan Railways has four broad categories:

1. Accidents resulting in death or grievous injury to passengers or operating staff.
2. Accidents leading to major damage to public assets.
3. Natural calamities, floods, earthquakes.
4. Fire incidents.

Pakistan Railways during the past five years has operated approximately 2,03,717 trains with average of about 40,750 trains/ year and with an average of 107 accidents/ year.

During the same period, 537 train accidents of different classification took place of which only 313 accidents were such that led to loss of life or serious injury.

Pakistan Railways has an elaborate system of accidents mitigation, relief mechanism and inquiries.

The matter of accidents and safety is of utmost importance in railways operations and over the years incremental decrease has been brought in the number of accidents occurring due to human error, however the issue of material failures in over aged track or rolling stock require immediate attention for rectification.

Causes of Accidents	2019	2020	2021	2022	2023	Total
Material Failure	57	54	36	30	40	217
Unmanned Level Crossing	52	61	29	16	14	172
Human Failure (Railway Officials-)	37	20	15	13	18	103
Sabotage	02	02	0	01	02	07
Natural Calamity	0	0	01	01	04	06
Multiple Causes	11	08	06	01	02	28
Under Process	0	0	0	0	04	04

Cases						
Total	**159**	**145**	**87**	**62**	**84**	**537**

Factorial analysis suggests that 32% accidents are at unmanned level crossing for which the road users are mainly responsible.

(b) As a standard procedure all railway accidents are enquired into to avoid recurrence at various competent tiers of management including the highest level of Federal Government Inspector of Railways.

During the five years of reporting a total number of 259 employees were held responsible in various degrees and were taken up and punished under Efficiency & Discipline Rules of government of Pakistan.

جناب قائم مقام چیئرمین: اس پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر شہادت اعوان: یہ آخری سوال ہے اور انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا مقصد صرف یہاں اس چیز پر تنقید کرنا نہیں اور نہ ہم کر رہے ہیں بلکہ ایک چیز ہم سامنے رکھتے ہیں جس طریقے سے جناب وزیر صاحب نے کہا کہ کمیٹی میں بیٹھ کر ان چیزوں کو ہم discuss کریں تاکہ ہمارا یہ ملکی ادارہ بہتر ہو سکے۔ میرا سوال یہ ہے کہ یہ بتایا جائے کہ پچھلے پانچ سالوں میں کتنے حادثات ہوئے اور کتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ اس کے جواب میں محکمہ نے کہا ہے کہ پچھلے پانچ سالوں میں 537 حادثات ہوئے، جس کی سالانہ اوسط 365 دنوں میں 107 حادثے بنتی ہے۔

یہ صفحہ نمبر چھ کے second last paragraph میں لکھا ہے کہ

Pakistan railways during the last five years has operated so and so, with average of 107 incidents per year.

تین سو ساٹھ دنوں میں ایک سو سات حادثے ہوئے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ پانچ سو سینتیس حادثات میں سے، جیسا کہ وہ نیچے والے پیرا میں کہتے ہیں کہ ان میں سے تین سو تیرہ حادثے جان لیوا تھے۔ یعنی تین سو پینسٹھ دن اور تین سو تیرہ جان لیوا حادثات۔ جناب! میں صرف یہ بتا نا چاہتا ہوں کہ جب اس قسم کے قومی ادارے جو نقصان میں جا رہے ہیں اور یہ بھی understood ہے کہ ریلوے نقصان میں جا رہا ہے۔ تو کم از کم PIA, اللہ نہ کرے، کوئی جانی نقصان تو نہیں پہنچا رہا اور وہاں پر قیمتی جانیں تو ضائع نہیں ہو رہی ہیں۔ تو میرا سوال یہ ہے اور میں آپ کو یاد کروانا چاہ رہا ہوں کہ گھوٹکی کے مقام پر دو ٹرینیں آپس میں ٹکرا گئیں، بتیس جانیں ضائع ہوئیں اور چونتیس افراد زخمی ہوئے۔ پھر سکھر میں مال بردار گاڑی ٹکرا گئی جس میں انیس جانیں ضائع ہوئیں۔ رحیم یار خان کے پاس آگ کا دھماکا ہو گیا جس میں ستر جانیں ضائع ہوئیں۔ صادق آباد میں ٹرین ایک ٹرالی کے ساتھ ٹکرا گئی جس میں چوبیس جانیں ضائع ہوئیں۔ مکلی شاہ حیدرآباد میں گاڑی ٹکرا گئی، تین لوگ جاں بحق ہوئے۔ نارووال میں پھاٹک بند نہ ہونے کی وجہ سے بارہ معصوم بچوں کو نقصان ہوا۔

جناب! میں نے موٹی موٹی باتیں بتائی ہیں اور میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرتا ہوں اور صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں ایسی کون سی ٹرین ہے جو نہیں ٹکرائی۔ کیا خٹک ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ کیا جعفر ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ کیا ہزارہ ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ زکریا ایکسپریس اور عوامی ایکسپریس نہیں ٹکرائی؟ اور جناب! شالیمار ایکسپریس تو بار بار ٹکراتی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے سب سے زیادہ تکلیف جس بات سے ہوتی ہے میں وہ بتاتا چلوں کہ سب سے بڑے حادثے میرے صوبہ سندھ میں ہوئے ہیں۔ سکھر کے مقام پر، روہڑی کے مقام پر تو ٹریک کو لکڑی کی پھٹیوں سے جوڑا جاتا ہے اور یہ مانا گیا ہے کہ زیادہ تر حادثات پھاٹک بند نہ ہونے کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں کیونکہ وہاں پر کوئی ملازم موجود نہیں ہوتا۔ ٹرین آ رہی ہوتی ہے اور پھاٹک کھلا ہوتا ہے۔ جب ہم اربوں روپے لگا رہے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہم عوام کو مارنے کے لئے ان ٹرینوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ یا تو وہاں پر بندے رکھیں۔ اگر unmanned پھاٹک کی وجہ سے اتنے بندے جان کی بازی ہار جاتے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ جیسے ہی میرے سندھ میں گاڑیاں پہنچتی ہیں تو دو دو گاڑیاں آپس میں ٹکرا جاتی ہیں اور بتیس، ستر، پینتیس، سولہ اور چوبیس بندے آئے روز جان بحق ہو جاتے ہیں اور ٹرینیں بھی

آپس میں کلٹی ہو جاتی ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس ادارے پر یہ کمیٹی بھی غور کرے، ملک اور قوم غور کرے کہ اگر اس ادارے کو ہم نے چلانا ہے تو کیا اسی طرح نقصان کرکے چلانا ہے اور اس کا کیا سد باب کرنا ہے۔ اتنے لوگ تو 1965 کی جنگ میں ہمارے دشمن نے نہیں مارے جتنے ہماری ٹرینیں جیسے ہی سکھر روہڑی کراس کرتی ہیں بندے مارنے شروع کر دیتی ہیں۔ پرسوں چھانگا مانگا اسٹیشن پر بھی پھاٹک پر ملازم موجود نہ ہونے کی وجہ سے ٹریکٹر ٹرالی والا تو اتر گیا لیکن ایک بندہ مر گیا۔

جناب! میں اپنی آخری بات آپ کے توسط سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جیسے کہ میں نے سکھر، روہڑی، کراچی، کوٹری، جام شورو اور حیدرآباد کی بات کی تو صرف ایک تفریق، جیسا کہ دنیش صاحب تو ہمیشہ کہتے ہیں کہ بلوچستان کے ساتھ ہوتی ہے، یہ ایک تفریق ہے جو میرے صوبے کے ساتھ ہو رہی ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں ابھی ریلوے نے چون فیصد کرائے میں کمی کی ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب شہادت اعوان صاحب! آپ نے اتنی لمبی تقریر کر دی ہے۔ برائے مہربانی آپ یہ ساری چیزیں کمیٹی کے سامنے کر لیجئے گا۔

سینیٹر شہادت اعوان: میں بس ختم کرتا ہوں۔ ریلوے نے صرف راولپنڈی سے لاہور کا کرایہ سو روپیہ کم کیا ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں ریلوے والے بھی موجود ہیں تو یہ سہولت باقی صوبوں کو بھی مہیا کی جائے اور اس کو پنڈی سے لاہور تک محدود نہ کیا جائے۔ جناب! میری ویگن اور کوچ کا کرایہ سو روپیہ ہے۔ یہ برابر کا سلوک کیا جائے اور ریلوے ایک وفاقی ادارہ ہے اور سب کے ساتھ مناسب اور برابری کا سلوک کیا جائے اور یہ سہولت میرے سندھ کو بھی پہنچائی جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: اگلے اجلاس میں ریلوے کے سیکریٹری صاحب اور چیئرمین صاحب کا یہاں پر موجود ہونا ضروری ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی یہاں senior officers موجود ہیں۔ میں اس میں یہ بتاتا چلوں کہ حادثات کے حوالے سے اگر آپ trend دیکھیں گے۔ جناب! غلطیوں سے ہی سمجھ آتی ہے۔ جو جواب دیا گیا ہے اس کے مطابق 2019 میں حادثات کی تعداد 159 تھی۔ 2020 میں یہ تعداد 145 ہو گئی اور کچھ فرق آیا۔ 2021 میں یہ تعداد 87 پر آ گئی۔ ایک سو انسٹھ سے ستاسی پر آ گئی اور 2022 میں پھر وہ باسٹھ پر آ گئی۔ تو دیکھیں ایک decrease ہے اس میں لیکن یہ

unfortunate ہے اور جیسے کہ 32% جس کا پہلے شہادت صاحب نے عرض کیا اور ہمارے جواب میں بھی ہے کہ railway crossing اور پھاٹک پر ghost appointment بھی اس کی ایک وجہ ہے۔ اس پر انہوں نے enquiries کیں اور بہت سے لوگوں کو اس وجہ سے ملازمت سے بھی برخاست کیا گیا۔

یہ ایک decreasing trend ہے اور اگر سال میں ایک سو ساٹھ حادثات ہوئے تھے تو ہم نے دیکھا کہ اگلے سالوں میں یہ کم ہو کر ستاسی اور باسٹھ پر بھی آئے۔ اللہ کرے اس کا بھی تدارک ہو۔ تو میں نے جیسے پہلے عرض کیا تھا یا تو یہ معاملہ پہلے کمیٹی کو نہ بھیجتے اور اگر بھیج دیا ہے تو پھر آگے بڑھیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی بالکل۔ اس کے بعد اس پر تقریر نہیں ہونی چاہیے۔ نہیں ابھی تین ہو گئے۔ اب آگے بھی تو چلانا ہے۔ محسن صاحب، ڈاکٹر ہمایوں صاحب تین ضمنی سوال ہو گئے اور

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: ابھی جو معاملات کمیٹیوں کو بھجوائے جا چکے ہیں اور اس کے با وجود آپ لوگوں نے اس پر کافی بات بھی کر لی ہے اور میں نے آپ لوگوں کو بات کرنے کا بھرپور موقع بھی فراہم کیا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں۔ اور نہیں۔ سوال نمبر چار۔

*Question No. 4 **Senator Palwasha Muhammad Zai Khan:** Will the Minister for Defence be pleased to state whether it is a fact that the doctors of Cantonment General Hospital Rawalpindi, which has recently been upgraded with a PSDP grant of Rs. 570,000 million are currently doing private practice in the said hospital, making the medical treatment and medicines

unaffordable for common people, if so, the details and reason thereof?

Khawaja Muhammad Asif: The point wise reply is as under:

(a) It is clarified that no private practice is being exercised at the Cantonment General Hospital, Rawalpindi during routine OPD hours (0800 to 1400 Hrs). All available consultants and doctors provide medical treatment to every patient on payment of regular fee which is highly subsidized and no private charges are paid by the patients. Moreover, all Emergency Services are also available at similar rate 24/7 without any additional charges or fees. It should be noted that the CGH is operating under the umbrella of Rawalpindi Cantonment Board (RCB). The RCB has been established as a Body Corporate under Section 11 of the Cantonments Act, 1924 **(Annex-I)** meaning thereby that RCB will generate income from its own resources and perform various duties and functions under the Act so far as the funds at its disposal permit. The Federal Government provided a one-time PSDP grant of Rs. 570M under PSDP 2017-18, Scheme No. 841. Through this grant, revamping/ upgradation of CGH was carried out by establishing new departments, procuring state-of-the-art electromedical equipment, and induction of competitive human resource. It is pertinent to mention here that the hospital has been built and operated by RCB through its own funds since its inception.

(b) it is pertinent to mention here that highly subsidized services are a constant burden on the funds of RCB. Moreover, after routine OPD hours, the hospital premises become dormant except medical emergency and indoor wards. In order to effectively utilize the premises, consultants and doctors at CGH have been given an opportunity to utilize available premises for patients visiting after regular OPD hours. A certain percentage of the nominal fee charged by the doctors is shared with RCB as well. This mechanism has resulted in a better utilization of the dormant facility and income to RCB for reduction of heavy subsidy being provided to CGH patients. In conclusion it is reiterated that the current mechanism of private practice has not affected the patients and they are receiving the desired medical treatment at CGH without any issues.

CHAPTER III

[1][CANTONMENT BOARDS]

[2][*Boards*]

[3][10. **Cantonment Board and Executive Officer.** For every cantonment there shall be a Cantonment Board and an Executive Officer.

11. **Incorporation of Cantonment Board.** Every Board shall, by the name of the place by reference to which the cantonment is known, be a body corporate having perpetual succession and a common seal with power to acquire and hold property both moveable and immoveable and to contract and shall, by the said name, sue and be sued.

[3]12. **Appointment of Executive Officer.**-(1) The Executive Officer of every cantonment shall be appointed by the 4[Federal Government], or by such person as the [4][Federal Government] may authorise in this behalf, [5][from Officers appointed [6]* * *, to the Pakistan Military Lands and Cantonments Service]:

Provided that an Executive Officer appointed before the [7]commencement of the Cantonments (Amendment) Act, [8][1952] (XXII of 1952), shall, unless the [4][Federal Government] otherwise directs in any case, be deemed to have been duly appointed in accordance with this sub-section.

(2) Not less than half the cost of the salary of the Executive Officer [9][and a proportionate share of his leave salary and pension contribution shall be paid to the [10][Federal Government]] from the cantonment fund:

Provided that the salary of an Executive Officer appointed before the [7]commencement of the Cantonments (Amendment) Act, [8][1952] (XXII of 1952), shall, until the [4][Federal Government] otherwise directs, continue to be paid from the source from which it was being paid at the commencement of the said Act.

(3) The Executive Officer shall be [11][the Principal Executive Officer of the Cantonment Board and] the Secretary of the Board and of every committee of the Board, but shall not be a member of the Board or of any such committee. [12][He shall have the right to take part in the discussions but not to move any proposals at the meetings of the Board and of the Committees.]

[3]13. [13][**Classification of Cantonments.**-[14][(1) Cantonments shall be divided into three classes, namely-:—

---

[1] *The original heading "Cantonment Authorities and Cantonment Boards" successively amended by Act 24 of 1936 s. 69 and the Repealing and Amending Act 1939 (34 of 1939), s. 2 and 1st Sch., to read as above.*

[2] *Subs. by the Cantonments (Amdt.) Act, 1936 (24 of 1936), s. 69, for "Cantonment Authority".*

[3] *Ss. 10 to 14 were subs. by Act 24 of 1936, s. 5 for the original sections.*

[4] *Subs. by F.A.O. 1975, Art. 2 and Table, for "Central Government" which was previously amended by A.O., 1937, for "G.G. in C."*

[5] *Subs. by the Cantonments (Second Amdt.) Act, 1952 (25 of 1952), s. 2 for "from the service of Executive Officers constituted by rules made under section 280".*

[6] *The words, figures and commas "under section 240 of the Government of India Act 1935," have been omitted by A.O. 1961, Art. 2 and Sch. (with effect from the 23rd March, 1956.)*

[7] *The Cantonments (Amdt.) Act, 1936 (24 of 1936) came into force on the 31st October, 1936.*

[8] *Subs. by Act 25 of 1952, s. 2 for "1936".*

[9] *Subs. ibid. for "shall be paid [by the Central Government] and the balance". The words in brackets had been subs. by A.O. 1937 for "by Government".*

[10] *Subs. by F.A.O. 1975, Art. 2 and Table, for "Central Government".*

[11] *Ins. by Act 25 of 1952, s. 2.*

[12] *Added ibid.*

[13] *Subs. by the cantonments (Amdt.) Ordinance, 1960 (38 of 1960), s. 3, (with effect from the 16th May, 1960).*

[14] *Subs. by the Cantonments (Amdt.) Ordinance, 1979 (14 of 1979), s. 4, for sub-section (1).*

S#	Category	CGH In-Cantt Patients	CGH Out-Cantt Patients	Fauji Foundation	Mega Medical	CMH
2.	SVD (Normal Delivery)	9000	12000	25000	25000	20000
3.	Appendicectomy	18000	24000	40000	45000	35000
4.	Hernia	18000	23000	40000	45000	32000
5.	CT Scan	5000	6000	9000	10500	8000
6.	ECG	250	300	300	700	600
7.	Blood CP	350	400	750	750	650
8.	OPD Fee	100	200	1500	2000	1500

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر پلوشہ خان محمد زئی موجود نہیں ہیں۔ جواب پڑھا تصور کیا جاتا ہے۔ سوال نمبر چھ پر کوئی ضمنی سوال ہے؟

*Question No. 6 **Senator Falak Naz:** Will the Minister for Interior be pleased to state:

(a) the number of the NADRA offices in Chitral upper indicating number of employees; and

(b) whether there is any proposal under consideration to increase the number of offices there, if so, when?

Senator Syed Mohsin Raza Naqvi: (a) Currently, only 1 NADRA Registration Center is operational at Booni

district Chitral Upper. Detail of staff deployed at NRC Booni is as under: -

Designation	Number of Employees
DAD	1
Data Entry Operators	10
Support Staff	4
Total	**15**

(b) Establishment of new NRC Torkaw Mulkao at District Chitral Upper has been included in 2024-25 business plan.

جناب قائم مقام چیئر مین: جی سینیٹر فلک ناز صاحبہ۔

سینیٹر فلک ناز: جناب چیئر مین! چترال میں نادرا کے دفاتر کی تعداد اور ان میں موجود ملازمین کی تعداد ہمیں بتائی جائے۔ کیا وہاں دفاتر کی تعداد بڑھانے کے بارے میں کوئی تجویز زیر غور ہے۔ اگر ایسا ہے تو کب تک متوقع ہے۔ اس کے علاوہ PTI کی حکومت میں چترال بالا میں نادرا کے دفتر کے لئے میرا ایک proposal تھا۔ Finally اس کا approval ہو گیا ہے۔ ویسے وہ PTI کی حکومت میں ہی approve ہو گیا تھا اور اس کے بعد ہماری حکومت چلی گئ اور یہ کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔ اس کے بعد نگران حکومت کے Interior Minister سرفراز بگٹی صاحب کا میں اس ایوان کی وساطت سے شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ انہوں نے میرا بھرپور ساتھ دیا اور آخر کار اس کو ضلع چترال بالا، NRC تور کھو کے قیام کے لئے بجٹ پلان میں شامل کیا گیا ہے۔ تو مجھے بتایا جائے کہ اس کے لئے کتنا بجٹ مختص کیا جائے گا؟ اس کا کام کب تک شروع ہو جائے گا؟ اس میں کتنے ملازمین بھرتی کیے جائیں گے؟

جناب قائم مقام چیئر مین: جی منسٹر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میڈم! ہم نے بتایا ہے کہ پورے چترال میں NADRA کی طرف سے mobile vans بھی تعینات ہیں جن کے تحت روزانہ کی بنیاد پر 50 per van cards بنتے ہیں اور یہ سلسلہ تقریباً 2004 سے شروع تھا، اس میں چار خواتین بھی تعینات کی گئی تھیں اور وہ آج بھی کام کر رہی ہیں۔ Total 15 لوگوں کا staff ہے، روزانہ 150 درخواست گزاروں کو سہولیات فراہم کی جاتی ہیں اور وہ معاملات ٹھیک چل رہے ہیں۔

میڈم! جہاں تک اپر چترال کا تعلق ہے کہ ایک سینٹر قائم کیا جائے، اب finally اس سال approval دے کر PC-1 and release of fund کا سارا کام کر لیا گیا ہے۔ 2024 and 2025 میں اپر چترال کے دو مزید مقامات ہیں، ایک مقام تور کھو ہے اور دوسری جگہ مور کھو ہے۔ دو جگہیں ہیں، ایک کا فاصلہ 30 kilometers ہے اور دوسری کا فاصلہ 48 kilometers ہے، وہاں پر سینٹرز کے قیام کے لیے under consideration تھیں، 2024 and 2025 میں fund release کر دیا گیا اور یہ قائم ہو جائیں گے۔ اپر اور لوئر چترال میں NADRA کے 5 centres کام کر رہے ہیں اور ان 5 centres میں کوئی بیس کے قریب خواتین ہیں۔ ہر سینٹر میں کوئی چار خواتین ہیں جو پردہ دار خواتین کو سہولیات فراہم کر رہی ہیں جو کہ محکمے کی نظر میں مناسب تعداد ہے، اس طرح دو نئے سینٹر کے قیام سے صورت حال اور زیادہ بہتر ہو جائے گی۔ NADRA چند ان اداروں میں سے ہے جنہوں نے عوام کو اچھی سہولیات فراہم کی ہیں، نہ صرف پاکستان کے اندر بلکہ پاکستان سے باہر بھی فراہم کی ہیں۔ یہ hard area ہے، اس کی تکالیف کو مد نظر رکھتے ہوئے آبادی کے تناسب سے centres زیادہ کئے گئے ہیں کیونکہ لوگوں کو دور سے آنا پڑتا ہے تاکہ ان کی سفری مشکلات کم ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ سینیٹر زرقا سہروردی تیمور صاحبہ۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! میرا سوال ہے کہ یہ ایوان کیسا ایوان ہے کیونکہ یہاں پر کوئی وزیر موجود نہیں ہے۔ پچھلے سوال پر آپ مجھے ضمنی سوال کا موقع دیتے تو وہ وزیر ایسے تھے، میں جن کے بارے میں کچھ کہہ سکتی تھی۔

جناب قائم مقام چیئر مین: وہ already committee کو refer ہو چکا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر زر قا سہر وردی تیمور: جناب! میں Interior Minister کے بارے میں کچھ کہتے ہوئے ڈرتی ہوں کہ کل میرے گھر پر ڈالہ نہ آ جائے۔ جناب! وزراء کا نہ ہونا، یہ بڑا issue ہے، سینیٹر اعظم نذیر تارڑ صاحب ہمارے honourable Leader of the House رہ چکے ہیں، انہوں نے کہا کہ افسران آئے ہوئے ہیں، آپ کے لیے یہی کافی ہیں۔ اس ایوان کو بند کریں اور ہمیں Railways Ministry اور باقی Ministries میں بٹھادیں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: آپ سوال کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر زر قا سہر وردی تیمور: میرا سوال یہ ہے کہ Rules and Procedures کے مطابق ہمارے honourable Ministers عزت دار ہیں جو Senators Ministers ہیں جنہوں نے ذمہ داری لی ہوئی ہے جو پاکستان کی حکومت کو چلانے کے، پاکستان کے ہزار روپے کے دیہاڑی والے taxpayer سے چلنے والے، جن سے ان کے عیش و آرام چلتے ہیں، وہ یہاں پر کیوں نہیں آتے؟ ان کرسیوں پر کیوں نہیں بیٹھتے اور ہم 86 Senators یہ کیوں ensure نہیں کر سکتے کہ ہمیں وہ proper position دی جائے اور proper آواز دی جائے۔ یہ سب ناٹک ہے اور یہ ملک اس لیے یہاں تک پہنچ چکا ہے، جہاں پر سینیٹر اعظم نذیر تارڑ صاحب کہہ رہے ہیں کہ سب اچھا ہے۔

جناب! میں یہ پوچھنا چاہوں گی کہ ریلوے کی privatization کرنی ہے تو کیا NLC private ہے؟

جناب قائم مقام چیئر مین: آپ سوال کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر زر قا سہر وردی تیمور: ریلوے کا سارا business NLC نے لے لیا تو اس لیے ریلوے بیٹھی ہوئی ہے۔ ریلوے میں جس قدر corruption ہے، یہ سب جانتے ہیں۔ یہ سارے معاملات سب جانتے ہوئے، ہم آنکھیں کھول کر یہ سب کچھ ہونے دے رہے ہیں۔

جناب قائم مقام چیئر مین: آپ سینیٹر فلک ناز صاحبہ کے سوال کے متعلق بات کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جناب! میں Interior کے متعلق سوال نہیں کرتی، مجھے ڈر ہے کہ مجھے کل کوئی اٹھا نہ لے، اس لیے میں اس بات سے careful ہوں۔ جناب! آپ کا بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ یہ بات باہر کر لیں۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں پوری ذمہ داری سے آپ کے درمیان موجود ہوں۔ آپ مجھے موقع دیں کیونکہ میں نے آپ کو مسکراتے ہوئے سنا ہے اور آپ بھی کبھی مسکرا دیا کریں، آپ ہر وقت ناراض ہی رہتی ہیں۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ میں جوابات record کے مطابق دیتا ہوں اور وزارت پارلیمانی امور کی یہ ذمہ داری ہے کہ جب ہمارے Cabinet Ministers ہمیں request بھیجتے ہیں تو وزارت پارلیمانی امور ان کے behalf پر ان سوالات کے جوابات دیتی ہے۔ یہ رسم آج سے نہیں ہے، یہ رسم دہائیوں سے ہے۔ سب سے ضروری بات یہ ہوتی ہے کہ ایوان سوال کے جواب میں جو material چاہتا ہے، وہ آپ کے سامنے رکھا جائے۔ آپ کے ضمنی سوالات ہوتے ہیں، میں اپنے عقل اور شعور کے مطابق جس حد تک جوابات prepare کرتا ہوں اور میں اپنے کام کو دیانتداری سے انجام دیتا ہوں۔ آپ نے ایک بات کی کہ ایک ہزار ٹیکس دینے والا بھی وزراء کے شاہانہ خرچے اٹھاتا ہے۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ نے سوال کیا ہے تو آپ اس کا جواب بھی سن لیں۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب! میں آج یہ بات وضاحت سے کہتا ہوں کہ موجودہ وفاقی کابینہ کے تمام اراکین تنخواہ نہیں لے رہے۔ میں آپ سے عرض کر دیتا ہوں کہ 300 litres petrol Federal Secretaries کا ہے، اس سے زیادہ ان کی Toyota Corolla 1800cc مقامی گاڑیاں ہیں، وہ کسی کی entitlement نہیں ہے، باقی اپنی private vehicles use کرتے ہیں۔ آپ ان سے روز ملتے بھی ہیں، وہ آپ کے جاننے والے اور دوست احباب بھی ہیں۔ جو لوگ سرکاری رہائش گاہوں میں رہتے ہیں، میں یہ بات آپ کے توسط سے کرنا

چاہتاہوں کہ Ministers utility bills اپنی جیب سے دیتے ہیں، یہ Rules میں provided نہیں ہے کہ سرکار ان کے bills دے۔ اس کو اگر کوئی controvert کرتا ہے تو میں یہ بات on record کہہ رہا ہوں کہ Federal Cabinet کے اراکین تنخواہیں نہیں لے رہے، انہوں نے رضاکارانہ طور پر تنخواہیں چھوڑی ہیں، شاید کوئی ایک آدھ صاحب لیتے ہوں۔

جناب! اس دن سب نے Cabinet meeting میں طے کیا، میں اپنی بات بھی کروں گا، یہ بتانے والی بات نہیں تھی کیونکہ یہ بات کہی گئی تو اس کے جواب میں کہہ رہا ہوں۔ میں repeat کر رہا ہوں کہ وزراء کو under the Rules utility bills کی entitlement نہیں ہے، وہ اپنے بجلی اور گیس کے bills اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں۔ صرف ایک سرکاری رہائش گاہ وہ جس کے بدلے میں -/Rs.143000 ماہانہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ 1800cc گاڑی کا 300 litres petrol ہے، ان کے لیے ایک driver and security guard ہے۔ اس کے علاوہ آپ بتا دیں کہ وہ کون سی ایسی مراعات ہیں جو ہم لیتے ہیں۔ باقی جو اپنے وسائل سے کر سکتا ہے، وہ ضرور کرتا ہے، لوگوں کے اپنے کاروبار ہیں، زمینداری ہے اور باقی سلسلے ہیں۔ خدارا! جو لوگ اپنی محنت سے کام کر رہے ہیں، ان کو کبھی کبھار appreciate بھی کر دیا کریں، ان کو ہر وقت کٹہرے میں کھڑا کرنا ضروری نہیں ہے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا شکریہ۔ جی سینیٹر دوست محمد خان صاحب۔

سینیٹر دوست محمد خان: آپ کا بہت شکریہ۔ میں سینیٹر فلک ناز صاحبہ کے سوال کو آگے بڑھاتے ہوئے honourable Minister سے یہ پوچھوں گا کہ backward areas جو بڑے special areas ہیں اور وہ facilities سے محروم areas ہیں، ان کے لیے NADRA کی پالیسی کیا ہے کہ وہ وہاں پر اپنے دفاتر کھولیں گے یا نہیں کھولیں گے؟

جناب! نمبر دو ہے کہ ہم نے یہاں پر دیکھا ہے کہ اسلام آباد میں تین، تین دفاتر ہیں لیکن میرے اپر وزیرستان میں ایک بھی دفتر نہیں ہے، ہم تین سال سے چیخ رہے ہیں کہ ایک دفتر کھول دیں۔ پورا ضلع ہے اور اس کی پانچ لاکھ سے زیادہ آبادی ہے اور اس کے باوجود ہمیں وہاں پر NADRA کا دفتر نہیں دیا جارہا تو Minister صاحب ذرا یہ explain کر دیں؟

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: سینیٹر دوست محمد خان صاحب نے جائز بات کی ہے۔ میں نے جیسے عرض کیا ہے اور میں نے خود بیان کیا تھا کہ جیسے اپر چترال کی مثال تھی کہ دو نئے centres کے قیام کی بات ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ NADRA کے پاس سہولت ہے کہ جو hard areas ہیں، جہاں فوری دفتر قائم کرنا یا hard season موسم سرما میں دفتر چلانا مشکل ہوتا ہے۔ وہاں پر NADRA mobile vans کی سہولت بھی حاصل ہے، آج NADRA کے officials آئے ہوئے ہیں تو سینیٹر دوست محمد خان صاحب! میں ان کو آج ہی ہدایت کروں گا۔ آپ نے وزیرستان کا مسئلہ raise کیا ہے، وہاں پر ہمارے بھائی اور بہنیں رہتی ہیں، وہ پاکستانی ہیں، merger کے بعد بالخصوص ہماری ذمہ داری اور زیادہ بڑھ گئی ہے کہ ان کے لیے سرکاری سہولیات door step تک جانی چاہئیں، اس کے لیے حکومت committed ہے۔ میں یہ معاملہ وزیر داخلہ سے take up کروں گا۔ ان شاء اللہ اگلے اجلاس میں آپ کی جو demand ہے کہ کسی شہر میں سہولت ہے اور کسی شہر میں سہولت نہیں ہے۔ کئی چیزیں ممکن ہوتی ہیں اور جو practically ممکن نہیں ہوتیں، ظاہر ہے کہ آپ 600 and 800 کی آبادی کے لیے centres نہیں بنا سکتے لیکن آپ نے کہا کہ پانچ لاکھ کی آبادی ہے، آپ نے حیران کن طور پر کہا کہ وہاں پر ایک بھی centre نہیں ہے۔ وہاں پر mobile vans جاتی ہوں گی، اس کو examine کرکے اس کی feasibility دیکھ کر جو بن پایا تو وہ NADRA ضرور کرے گا۔ آپ کا بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر محسن عزیز صاحب۔

سینیٹر محسن عزیز: یہاں پر ہماری بہن نے بات کی ہے، میں اس کو repeat نہیں کرنا چاہتا لیکن ہمارے Interior Minister ہیں اور[1] [***] اس طرح TV پر ہر وقت نظر آتے ہیں، پتا نہیں ہے کہ یہاں پر کیوں نظر نہیں آ رہے۔

[1] [Word expunged as order by the Mr. Chairman]

جناب قائم مقام چیئرمین: نہیں، نہیں یہ مناسب نہیں ہے، اس کو کارروائی سے حذف کرتے ہیں۔

سینیٹر محسن عزیز: ٹھیک ہے، اس کو expunge کر دیں، وہ میرے بھائی ہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن ان کو یہاں پر آج ہونا چاہیے تھا کیونکہ بڑے important questions ہیں۔ میرا یہ سوال ہے کہ 2023 میں 18000 ID cards cancel ہوئے ہیں، اس کے علاوہ 6000 detect کئے گئے ہیں جو fake تھے، اس کے علاوہ 12500 افغان مہاجرین کو جو cards دیے گئے تھے وہ سعودی عرب میں جا کر detect ہوئے ہیں۔ میرا سوال یہ تھا کہ اس سے متعلق یہاں کیا کیا گیا ہے، کیا actions لیے گئے ہیں، کن افسران کو اس بابت accountable ٹھہرایا گیا ہے؟

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ نادرا ایک Act کے تحت function کرتا ہے، اس میں طریقہ کار درج کیے گئے ہیں۔ Registration ایک بڑا ہی delicate عمل ہے کیونکہ آپ کی پاکستان یا جس بھی ملک کی شہریت ہے اس کے لیے National Database Registration Authority ہمارے ملک کی حد تک اس کے لیے responsible ہے۔ Detection and action کے بارے میں میرے خیال میں آنکھیں بند رکھنے کی بجائے ایک اچھی خبر ہے۔ اس میں ایک JIT 5 members بھی تشکیل دی گئی ہے جو بڑی تفصیل کے ساتھ پچھلے دس سالوں کا forensic audit کر رہے ہیں کہ کس کس دور میں ایسی غفلتیں ہوئیں یا کوئی ایسے کام ہوئے یا irregularities ہوئیں جن کی وجہ سے جو پاکستانی شہری نہیں تھے ان کے لیے پاکستانی شناختی کارڈ کا حصول ممکن ہوا۔ انہی کی findings کی روشنی میں اور نادرا کے اندر جو ایک self-accountability کا mechanism چلا ہوا ہے یہ cases detect ہوئے اور under the law جو نادرا کا ہمارا 2000 کا ایکٹ اور آرڈیننس ہے اس کے under وہ سارے cancel کر کے انہیں show cause notices بھی کیے گئے اور ان میں جو officials responsible ہیں ان کا بھی تعین کر کے ان کے مقدمات بھیجے جا رہے ہیں۔ پہلے بھی Joint Investigation Team

نے ایک preliminary report جاری کی تھی وہ نادرا کی موجودہ hierarchy کے زیر غور رہی ہے۔ وفاقی حکومت کی بھی ہدایات ہیں کہ اس میں بالکل شفافیت لائی جائے، کسی بھی ایک non-Pakistani کو اگر by-passing the law card دیا گیا ہے، اس کی registration کی گئی ہے it is an offence under the law of the land اس پر action ہو گا۔ بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر فوزیہ ارشد صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: شکریہ، جناب چیئرمین! بات ساری یہ ہے کہ یہاں پر سوالات ہوتے ہیں اور ان کے ضمنی سوالات کے لیے آپ ہمیں ضرور بولنے دیا کریں کیونکہ پہلے ہی سوال کے بعد آپ اسے کمیٹی کو بھجوادیتے ہیں پھر اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ اور کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ہم اس پر مزید dialogue and debate کر سکیں۔ یہاں پر فلک ناز صاحبہ کا جو سوال ہے regarding the NADRA offices اس بابت نادرا کی صورت حال یہ ہے کہ یہ لوگ ہر جگہ نہیں پہنچ سکتے ہیں اور نہ ہی پہنچتے ہیں۔ اعظم نذیر تارڑ صاحب نے ہمیں بتایا کہ vans جاتی ہیں اور یہ سارا کچھ ہوتا ہے، میں نے اسلام آباد میں grass root level پر بہت کام کیا ہے اور میں نے بہت کوشش کی ہے اور وہ بہت facilitation دیتے ہیں مگر وہ پوری نہیں ہو پاتی ہے۔ سارا مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے پورے پاکستان میں اگر 136 اضلاع ہیں، ہمارے ہاں 8000 سے زیادہ یونین کونسلز ہیں تو یہ Facilitation Centres اگر آپ انہیں Union Councils سے لے کے Village Councils تک لے جائیں، یہ میری نادرا اور وزیر داخلہ کو تجویز اور request ہے کہ اس پر نظر ثانی کریں اور غور کریں کہ CNIC کا حصول ہر پاکستانی شہری کا حق ہے اور یہ نادرا پر لاگو ہوتا ہے, it is the duty to register each and every case جیسا کہ ہر نکاح کا یونین کونسل میں رجسٹرار ہوتا ہے جو نادرا کو data دیتا ہے، یونین کونسل کے دفاتر سے death and birth certificates دیئے جاتے ہیں اسی طرح سے یہ Facilitation Centres یونین کونسل اور ویلیج کونسل تک لے کر آئیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب مناسب بات ہے، جہاں تک جا سکتا ہے، کوشش تو یہی ہوتی ہے کہ جو ہمارے وسائل ہیں ان کا بہتر سے بہتر استعمال کیا جائے اور اس طرح کی services لوگوں تک پہنچائی جائیں۔ Union Council level تک آج بات کرنا شاید wishful thinking ہو کیونکہ اس کے لیے بہت زیادہ وسائل درکار ہیں۔ لیکن ابھی بھی نادرا نے تحصیل اور ضلع کی سطح پر حتی المقدور کوشش کرکے اپنے systems install کر رکھے ہیں اور میرے خیال میں اگر ہم بالکل غیر جانب دارانہ بات کریں تو services provide کرنے والے محکموں میں شاید نادرا comparatively بہتر ہے، آبادی کا دباؤ over the years بہت بڑھا ہے، ہم اب 24 کروڑ سے تجاوز کرتے نظر آ رہے ہیں۔ اب ساری ذمہ داریاں پیدائش کی رجسٹریشن پہلے manual ہوتی تھی وہ بھی اب نادرا کے ذریعے regulate ہوتا ہے۔ نکاح نامے پہلے manual تھے وہ بھی اب نادرا کے ذریعے بنتا ہے۔ آپ کا Family Registration Certificate (FRC) بھی نادرا کے ذریعے بنتا ہے۔ اسلحہ لائسنسوں کی تجدید بھی نادرا کے ذریعے ہوتی ہے۔ شناختی کارڈ کا اجرا ان کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ ان functions کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی ذمہ داریاں بھی بڑھی ہیں، اسی وجہ سے ان کی expansion بھی progressive ہے، ان شاء اللہ العزیز حکومت کی کوشش اور vision بھی یہی ہے کہ لوگوں کو ان کے دروازے تک سہولیات فراہم کی جائیں۔ جو جو آبادی کے clusters ہیں ان میں حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ وہاں پر یہ بنیادی سہولت میسر ہو۔ بہر کیف یہ ایک on-going process ہے، لمبی منصوبہ بندی کے ساتھ یہ چلتا ہے۔ آپ کی اچھی تجویز ہے، آج وہ بیٹھے ہوئے ہیں اور سن بھی رہے ہیں۔ میں بھی وزیر داخلہ تک یہ بات پہنچاتا ہوں کہ اسے ہم progressively کتنا زیادہ اور پھیلا سکتے ہیں۔ شکریہ۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: You bring it to the people جہاں تک لوگ ہیں Village and Union Councils تک آپ اپنے Facilitation Centres کھولیں، اس طرح سے نادرا کی responsibilities کم ہوں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا سوال آ گیا ہے، سوال repeat نہیں ہونا چاہیے۔ ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت ہو چکا ہے۔ اگلا سوال نمبر 7، سینیٹر ذیشان خانزادہ صاحب۔

*Question No. 7 **Senator Zeeshan Khan Zada:** Will the Minister for Interior be pleased to state:

(a) the steps taken by the Government to improve quality of public transport system in the Islamabad Capital Territory (ICT) during the last five years;

(b) whether there is any proposal under consideration of the Government to initiate new projects for the development and maintenance of public transportation system in ICT including buses and mass transit system, if so, the details thereof?

Senator Syed Mohsin Raza Naqvi: (a) Secretary, Islamabad Transport Authority exercises regulatory and supervisory oversight on Public Transport in ICT, The Islamabad Transport Authority was established in 1985. Transport sector in ICT in run by Private sector. The Government through Islamabad Transport Authority exercise a regulatory oversight on public service transport. The Islamabad Transport Authority is making all-out effort to ensure safe and decent private sector run transport within the parameters of Motor Vehicle ordinance 1965. The Islamabad Transport Authority issues intra-city route permits only to those vehicles which are registered with Motor Registering Authority as commercial while Regional Transport Authority

Rawalpindi is also permit to the vehicle plying between Rawalpindi and Islamabad original from various points in Rawalpindi and terminate at different places in Islamabad.

(b) There is no proposal under consideration of the government of Mass Transit system in ICT Islamabad.

Response from CDA on the above question is as under:-

Apart from the Metro Bus Service from Saddar to Pak- Secretariat (i.e. Red Line) the Government has already Initiated Three Public Transport Routes in ICT which are in operations since 2022, they are.

<u>Orange Line</u>. The Orange Line is a Metro Route starting from Faiz-Ahmed-Faiz station of red-line and terminates at the Airport (Length 29.60Kms.)

<u>Blue Line:</u> The Blue line is a kerb side bus service string from PIMS and terminating at Gulberg Inter-section (Length 20 Kms.)

<u>Green Line</u>: The Green Line is also a kerb side bus service starting from PIMS and terminating at Bara Kahu (Length 15.5 Kms.)

In addition to the above the 13-feeder routes have also been identified. The Procurement, Operation and Maintenance of Buses has been awarded and the routes will be made operational in phase staring from June, 2024 onwards Moreover, a Mass-Transit System (with dedicated) from Rawat to Pak-Secretariat via Murree Road is also under

consideration at the Planning level for the Capital City.

جناب قائم مقام چیئرمین: آپ کا کوئی ضمنی سوال ہے؟

سینیٹر ذیشان خانزادہ: جناب چیئرمین! میرا سوال یہ تھا کہ اسلام آباد میں جو public transport ہے اس کے علاوہ حکومت اپنا کوئی منصوبہ لا رہی ہے؟ جو public transport already موجود ہے اسے improve کرنے کے لیے حکومت کیا اقدامات لے رہی ہے؟ جواب میں بتایا گیا ہے کہ کوئی نیا منصوبہ نہیں ہے، بس میٹرو بس والا منصوبہ ہی ہے جو کہ بہت limited ہے، ہم سب کو پتا ہے۔ ہم سب کو پتا ہے کہ اسلام آباد میں ٹریفک ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اگر ہم بہارہ کہو جائیں، ائیرپورٹ والی طرف سے آگے جائیں کیونکہ اسلام آباد بہت زیادہ پھیل گیا ہے اور کوئی bus transit system, mass transit system کچھ بھی نہیں ہے اور اگر planning میں بھی نہیں ہے تو ہم اسلام آباد کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ کیا ہم نے ان سڑکوں کو مکمل طور پر choke کر دینا ہے؟ یہ میرا سوال تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ اس پر proper debate ہونی چاہیے کیونکہ آج کل اسلام آباد میں پورے ملک سے لوگ آ رہے ہیں اور یہاں پر settle ہو رہے ہیں، specially ہمارے north کے لوگ ہیں، خیبر پختونخوا سے، north Punjab سے لوگ آ رہے ہیں اور settle ہو رہے ہیں۔ یہاں پر زیادہ سے زیادہ سرکاری ملازمین ہیں اور diplomatic community کو چھوڑ کر اور جتنے بھی Foreign Dignitaries ہیں وہ سارے یہاں آتے ہیں۔ اس لیے اس پر بات ہونی چاہیے کیونکہ ہر ملک میں کوئی بھی ایسا شہر ہو جس کی population بڑھتی جا رہی ہو تو اس کا ایک ہی solution ہوتا ہے کہ آپ انہیں mass transit system دیں جو کہ حکومت ہی دیتی ہے جس سے roads پر گاڑیوں کا load کم ہو جاتا ہے۔ میرا یہ سوال ہے۔ بہت مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب جواب میں تفصیلات تو دی گئی ہیں کہ یہاں پر Red line metro track 22.5 kms ہے، اس کا کرایہ صرف تیس روپے ہے اور باقی اس کی

subsidy حکومت CDA کے ساتھ مل کر دیتی ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں تین نئے routes کا اجراء کیا گیا ہے، orange line دی گئی ہے، تیس بسیں اس میں شامل ہیں۔ H-8 اسلام آباد سے ائیر پورٹ کا route شروع کیا گیا ہے، روزانہ پچیس ہزار مسافر اس پر سفر کرتے ہیں، کرایہ پچاس روپے ہے اور اس کی مسافت 29 KM ہے۔ وفاقی حکومت اس پر سالانہ 700 subsidy million کی دے رہی ہے۔ اسی طرح PIMS سے گلبرگ انٹر چینج پنڈی کے لیے بیس کلومیٹر کی مسافت ہے وہ route بھی شروع کیا گیا ہے جس کا کرایہ پچاس روپے ہے۔ یہ route البتہ منافع میں ہے پھر July, 2022 میں ten buses کے ساتھ green line start کی گئی تھی جو PIMS to Barakahu تک چلتی ہے۔ اس کی 15.5 km کی مسافت ہے، 50 rupees کرایہ ہے تقریباً 7000 مسافر روزانہ اس پر سفر کرتے ہیں۔ 97 million کی subsidy government اس پر دیتی ہے۔

Future plans کی آپ نے بات کی آپ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں کہ Islamabad کی پچھلے سالوں میں کافی unusual growth دیکھی گئی ہے population میں اور آبادی بڑھ رہی ہے، نئے projects آنے کی وجہ سے۔ اس کو سامنے رکھتے ہوئے وزیر اعظم میاں شہباز شریف صاحب نے اپنے پچھلے دور میں یہ ہدایت کی تھی کہ 13 عدد new routes عوامی transport کے جامع programmes کے تحت شروع کیے جائیں۔ 13 new stations کا قیام بھی کیا گیا 8.4 ارب کی لاگت سے CDA نے self-finance پر یہ کام شروع کیا۔ PC-1 اس کا مکمل ہے۔ NRTC کے ساتھ Operational contract ہوا ہے جو کراچی میں bus service provide کر رہی ہے۔ 160 میں سے 30 buses کی availability start میں ہی ہو جائے گی باقی phase wise آئیں گی۔

اسلام آباد کے لیے مزید routes پر جو کام ہے ان میں sector B17 سے 26 نمبر چونگی تک ہے، Sector I-16 سے 24 نمبر چونگی تک ہے، ترامڑی چوک سے آبپارہ تک ہے۔ ترامڑی سے کھنہ پل کا route چلے گا، Pirwadhai to IJP کا route ہے، G-8, G-9 sectors and G-11 sectors میں نئے route چل رہے ہیں۔ Sectors G-7

F-8, F-10, F-11 کو cover کرنے کے لیے اور اسی طرح کا and G-6 to Nadra headquarters G-5 embassy جو Kacheri Chowk وہاں سے شروع ہو گا جو road کو connect کرے گا۔

یہ تمام چیزیں ongoing ہیں ان شاء اللہ آپ کو یہ سب جلد نظر آئے گا جو پہلا metro project ہے وہ بھی اسی حکومت نے 2014 میں شروع کیا تھا۔ آج ہزاروں لاکھوں لوگ روز اس سے مستفید ہوتے ہیں جو twin cities, Rawalpindi-Islamabad کو آپس میں ملاتا ہے۔ CDA and Federal government committed ہیں ICT میں جو بہتر سے بہتر سہولیات مہیا کی جا سکتی ہیں ان شاء اللہ وہ مہیا کی جائیں گی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر محسن عزیز۔

سینیٹر محسن عزیز: میرا سوال یہ ہے کہ جو انہوں نے فرمایا کہ orange line جو ہے یہ میرے حساب سے اگر گستاخی نہ ہو اس کے اوپر 20 billion روپے لگے تھے اور اس کے لیے 30 buses dedicated ہیں جن میں سے آدھی خراب ہیں۔ میرے statistics کے مطابق جو میرے پاس آیا تھا اس میں دن میں تین سے چار ہزار آدمی سفر کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اس کے اوپر بہت زیادہ خرچہ ہوا ہے اس کو کس طریقے سے فعال کیا جائے اور کس طریقے سے عوام کے لیے چلایا جائے کیونکہ اس وقت تک میرے خیال سے یہ ایک failed project ہے اور اس کے اوپر عوام کے اور CDA کے تقریباً 20 billion روپے اس وقت لگے تھے جس میں land کی cost شامل نہیں ہے اور اس میں ہر پندرہ منٹ کے بعد ایک بس چلتی ہے جو کہ آج اور بھی کم ہو گئی ہے تو اس کے متعلق اگر ہمیں بتایا جائے کہ اس کو یا تو فعال کیا جائے یا اس کو scrap کیا جائے گا، کیسے اس کو چلایا جائے گا؟

جناب قائم مقام چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: Scrap کی کوئی بات نہیں Islamabad کا project اتنی طویل مدت میں پورا کیا گیا اور جتنی تھوڑی cost میں، ان کے دور حکومت میں اس پر inquires بھی ہوئیں۔ یہ BRT Peshawar کی طرح کھٹائی کا شکار نہیں ہوا بلکہ یہ بنا اور

پاکستان کی عوام خاص طور پر Rawalpindi and Islamabad کی عوام اس سے مستفید ہو رہے ہیں۔ میں نے شروع میں جو آپ کو figures دیے تھے ہزاروں مسافر روزانہ اسلام آباد کے ان routes کے اوپر اسی metro red line کی سہولیات سے مستفید ہوتے ہیں۔ اس کا کرایہ 30روپے اس لیے رکھا گیا تھا کہ جو عام آدمی ہے اس کی سفری سہولیات میں حکومت contribute کرے اور CDA and government مل کر subsidy کی amount دیتے ہیں۔ ہم خیال پر بات کر دیتے ہیں، کل بھی یہاں سے ایک آ گیا کہ خیبر پختونخوا سے Bishkek تک flight operations start کر دیے گئے ہیں اور بچے آ رہے ہیں۔ میں نے بعد میں جا کر aviation والوں سے پوچھا کہ وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت، دونوں کا تناسب کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ پشاور ابھی تک ایک flight نہیں پہنچی ہے۔ Television and newspapers پر بیانات ہیں لیکن ابھی تک کوئی flight operational نہیں ہوئی Bishkek سے البتہ پانچ flights Islamabad, Lahore, Karachi کی تھیں وہ وفاقی حکومت کی آئیں۔

میں نے اس پر پھر عرض کیا تھا کہ کسی اور حکومت نے Bangladesh, India, Egypt جن کے ہزاروں کی تعداد میں students ہیں انہوں نے یہ flights نہیں بھیجیں لیکن صورت حال کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے وزیر اعظم صاحب نے فوری طور پر یہ مناسب سمجھا۔ میں بات کو conclude کروں گا کہ یہ projects جو چل رہے ہیں وہ successfully چل رہے ہیں۔ حکومت کی طرف سے کوئی default نہیں ہے subsidized tickets کے اوپر لوگوں کو سستی سہولیات میسر کی جا رہی ہیں اور مزید 13 routes add ہو جائیں گے جو کہ شہریوں کی ضروریات کے مطابق ہوں گے۔ آج جو rate ہے اگر metro آج بنائی جاتی تو یقین جانیں یہ جو 20ارب کا project تھا کیونکہ اسلام آباد کو ضرورت ہے شہر کی growth کی وجہ سے۔ اس کی آج کی اگر آپ cost دیکھیں گے تو شاید وہ 70 to 60ارب پر چلی جائے۔ جو International market میں rates میں fluctuation ہوئی اور جو ہمارا

foreign currency exchange rate میں difference آیا تو infrastructure بنائے ہوئے کبھی waste نہیں ہوتے۔

لاہور۔اسلام آباد motorway کو بھی شاہانہ خرچہ کہا گیا تھا، لاہور کی metro bus کو بھی جنگلہ bus کا نام دیا گیا تھا اور کہنے والوں نے پھر اسے پشاور میں replicate کیا تھا کہ پشاور کی عوام کو ضرورت ہے۔ آج ملتان میں، لاہور میں، اسلام آباد میں metro bus service آپ کو نظر آ رہی ہے یہ چل رہی ہے۔ اچھے کاموں کی کم از کم تعریف کر دیا کریں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر فوزیہ صاحبہ۔

سینیٹر فوزیہ ارشد: میرا تعلق اسلام آباد سے ہے تو میرے لیے یہ بہت اہم سوال ہے۔ انہوں نے ہمیں سوال کے جواب میں جو دیا ہے کہ ایک blue line ہے جو blue line bus service foot path کے ساتھ ساتھ چلنے والی service ہے جو PIMS سے شروع ہو کر Barakahu ختم ہوتی ہے اس کا فاصلہ 20 km ہے۔ اس کے نیچے پھر green line ہے اس کا بھی یہ کہا گیا ہے کہ green line بھی foot path کے نزدیک چلنے والی service ہے جو PIMS سے ہی شروع ہو کر Barakahu پر ہی ختم ہوتی ہے اور اس کا فاصلہ 15.05 km ہے۔ یہ دو services چل رہی ہیں ایک ہی جگہ سے اور ایک ہی جگہ ختم ہو رہی ہیں اس کی بھی میں وضاحت چاہ رہی تھی کہ یہ route اور کہیں جا سکتا ہے؟

18^{th} May کو dawn news میں خبر آئی ہے کہ پندرہ سال کے بعد Public transport system دوبارہ بحال کیا جا رہا ہے on the order of the DC Irfan Memon. یہ red zone area ہے تو میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ وہ پندرہ سال جو یہ provision نہیں دی گئی تھی اس پر پابندی تھی تو اس کی کیا وجوہات تھیں اور جو وجوہات تھیں کیا وہ حل ہو گئی ہیں جس کی بنا پر اس route کو بحال کیا جا رہا ہے، and specially public transport security کا مسئلہ ہے۔ اسلام آباد میں already اگر آپ دیکھیں تو red light signals پر جو سنتری بادشاہ آتے ہیں وہ ہوتے بھی نہیں ہیں اور جو signals ہوتے ہیں وہاں پر کبھی lights جلتی ہیں اور کبھی نہیں۔ میں نے پچھلے دور میں بھی اس

بات پر بہت سوال اٹھائے تھے کہ وہاں پر ہمیں موجودہ constables نہیں ملتے، traffic police نہیں ہوتی ہے۔ جو Dolphin squad ہے is it as effective to control this additional route انہوں نے جو شروع کر دیا ہے of public transport اور یہ جو public transport چلے گی یہ کس کی نگرانی میں ہو گی اور اس کے repercussions ہم تو دیکھ رہے ہیں as a lay person, common person اور یہ ان ہی red zone ان ہی areas میں یہ راستہ کھولا جا رہا ہے۔ اس کی وضاحت چاہیے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی اعظم نذیر تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: آپ نے جس معاملے کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے بارے میں میرے پاس ابھی material نہیں ہے آپ سوال داخل کرا دیں۔ آپ کو because it is a sensitive matter as per your own estimation یہ red zone میں اگر کھولی جا رہی ہے تو اس کے لیے کیا precautions لیے جا رہے ہیں، study کیسے ہوئی ہے، operator تو ظاہر ہے ICT جس کے under transport authority ہے وہی ہوں گے۔ آپ نے جو routes کی بات کی وہ functional ہیں۔ اس بارے میں آپ کا جو specific question تھا یہ آپ سوال جمع کرا دیں اور جو آپ نے عرض کیا ہے کہ traffic police کی availability اور ان کے اشاروں کا نظام کس حد تک فعال ہو گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس پر بھی سوال جمع کرا دیں اس کے جواب آ جائیں گے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: بہت شکریہ اعظم نذیر تارڑ صاحب آپ نے بہت تحمل سے۔۔۔ appreciate کرنا چاہیے ناں۔ میرے خیال میں ابھی ایک گھنٹے سے زیادہ ہو گیا ہے۔ جی، سوال نمبر 8، تاج حیدر صاحب۔

*Question No. 8 **Senator Taj Haider:** Will the Minister for Interior be pleased to state:

(a) whether it is a fact that the Supreme Court of Pakistan in its decision of 16th November, 2021 directed to demolish illegal construction on the land of the Evacuee Trust Property Board in the country and to get it vacated from illegal occupation through FIA, if so, the details thereof; and

(b) whether it is also a fact that despite a number letters/reminders by the Deputy Administrator, Evacuee Trust Property Board, Hassan Abdal, district Attock FIA has not taken any action to get the land of the said Trust vacated from illegal occupation in Mozas Neka and Amir Khan, Tehsil Fateh Jang, District Attock which was awarded to the refugees of Jammu and Kashmir of 1947, if so, the reasons thereof indicating also the time by which the same will be get vacated?

Senator Syed Mohsin Raza Naqvi: (a) The Apex Court vide its order dated 16-11-2021 has issued directions "In the circumstances, let copy of the report of Auditor-General of Pakistan be provided to the Director-General, FIA, who shall take immediate action against the officials, who are round responsible in commission of irregularities in the matter of properties lying in trust with the Board and in this regard shall deal with all past and present officials of the Board and they be dealt with in accordance with law. The DG, FIA shall also ensure retrieving the properties in trust with the Board and

belonging to the Federal Government of Pakistan, and restore the same to the Federal Government". Order of the Apex Court are attached as **Annex-A.**

(b) As per report from FIA ACC Islamabad Circle, 116 Kanal agricultural land of ETPB situated in village Neka, Tehsil Fateh Jang, District Attock was got vacated and handed over to ETPB by FIA. Handing over reports (3 reports in Urdu) are attached for perusal. The said land got vacated on 07-12-2021. Handing over reports attached as **Annex-B.**

(c) Pertinent to mention FIA has retrieved 6096 acres land of ETPB worth 40 Billion and has handed over to ETPB **Annex-C.**

(i) FIA ACC Islamabad is in coordination with Deputy Administrator ETPB Hasan Abdal District Attock and he has been asked to provide complete record in this regard by 20th May, 2024. After scrutiny of record appropriate action will be initiated against the offenders.

(Annexures have been placed in library and on the Table of the Mover/Concerned Member)

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، ضمنی سوال؟

سینیٹر تاج حیدر: شکریہ، جناب چیئرمین! میرا مقصد کوئی شوقیہ سوال کرنا نہیں تھا بلکہ ایک مسئلہ الجھا ہوا ہے اس کا حل تلاش کرنا ہے۔ جو جواب دیا گیا ہے اس کے مطابق 116 کنال زمین واگزار کی گئی ہے لیکن جو رپورٹیں اس کے ساتھ منسلک کی گئی ہیں ان کا اگر تفصیلی جائزہ لیا جائے تو صرف 23 کنال زمین واگزار کی گئی ہے۔ اب جو زمینی صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ 32 خاندان اس

زمین کے حقدار ہیں جن کے نام یہ زمین 1947 میں الاٹ کی گئی تھی۔ ان میں سے صرف دو خاندانوں کو قبضہ دیا گیا ہے۔ 30 خاندانوں کو ابھی تک قبضہ نہیں دیا گیا ہے۔ اسی طریقے سے ایک جو موضع ہے اس میں قابضین دو منزلہ اور تین منزلہ مکان بنا چکے ہیں اور تیسری generation وہاں پر رہ رہی ہے۔ اس مسئلے کو حل کرنے کی خاطر میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اس مسئلے کو کمیٹی میں بھیج دیں تاکہ اس کا کوئی حل تلاش کیا جائے اور جن کا استحقاق بنتا ہے ان کو ان کا حق پہنچایا جائے۔ جناب چیئرمین! شکریہ۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئرمین! یہ بات مناسب ہے۔ اس میں سپریم کورٹ کے بھی کچھ orders تھے۔ اس میں کچھ کام ہوا بھی ہے۔ نیکا اور امیر خان ضلع اٹک کے دو موضعات ہیں جہاں پر کچھ حوالگی ہوئی بھی ہے آپ بجافرما رہے ہیں کہ کچھ process رکا ہوا تھا۔ اس پر ڈپٹی کمشنر ضلع اٹک نے Chairman, Evacuee Trust Property Board کی recommendation پر انتقالات منسوخ کیے ہیں۔ وہ چیزیں اب process میں ہیں۔ مزید کارروائی کے لیے FIA تیار ہے۔ جب بھی D.C Office ان کو کارروائی کے لیے کہے گا۔ سینیٹر تاج حیدر کی اگر یہ خواہش ہے کہ یہ معاملہ کمیٹی میں بھیج دیا جائے تو یہ مناسب بات ہے۔ کچھ لوگ ابھی تک اپنی property سے deprive of ہیں۔ اس کو کمیٹی میں بھیج دیا جائے تاکہ وہاں سے زیادہ تفصیل کے ساتھ رپورٹ آ جائے گی تاکہ یہ matter alive رہے اور ان کی شنوائی ہو جائے۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی دنیش کمار صاحب۔

سینیٹر دنیش کمار: تاج حیدر صاحب نے بہت اچھا question پوچھا ہے۔ 1947 میں جو سکھ اور ہندو یہاں سے migrate کر گئے تھے یہ ان کی جائیدادیں تھیں۔ سپریم کورٹ نے FIA کو حکم دیا ہے کہ پورے ملک میں واگزار کرائی جائے مگر جواب ہمیں صرف اسلام آباد کی حد تک آتا ہے۔ تارڑ صاحب! آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارے مندروں اور گردواروں پر قبضے ہیں مگر آج تک کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ ان کو واگزار کروایا جائے۔ وہاں پر باقاعدہ مارکیٹیں بن گئی ہیں۔ وہاں پر جانوروں کے اصطبل بن گئے ہیں مگر ان کو خالی کروانے کی کوئی جرأت نہیں کر رہا ہے۔ جس طرح

تاج حیدر صاحب نے یہ بہت ہی اچھاquestion raise کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کمیٹی میں ہمیں بھی بلایا جائے اور تمام مندروں اور گردواروں کو اور ہماری جتنی بھی عبادت گاہیں ہیں اور جہاں جہاں پر ان پر قبضہ ہے ان کو واگزار کروایا جائے۔

دوسری بات یہ ہے۔ تارڑ صاحب! میں آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہ رہا ہوں گزشتہ ایک سال سے Evacuee Trust Property Board کا کوئی چیئرمین نہیں ہے۔ ایک ایڈیشنل سیکرٹری کو چارج دیا گیا ہے جو اپنی دکانداری چلا رہا ہے۔ اربوں روپے کی جو جائیدادیں ہیں ان سے 500 سے لے کر 1000 روپے تک کرایہ وصول کیا جا رہا ہے۔ تارڑ صاحب! میں چاہتا ہوں کہ proper Chairman مقرر کیا جائے تاکہ حکومت کی بھی نیک نامی ہو۔ جناب عالیٰ! میں ان پر آپ کے comments چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی، بجا فرمایا ہے۔ میں FIA کی جو اس میں کارکردگی رہی ہے اس کے بارے میں بتاتا چلوں کہ ابھی تک FIA نے Evacuee Trust Property Board کی 6096 ایکڑ تقریباً 6100 کنال زمین جس کی قیمت تقریباً 40 ارب روپے ہے وہ recover کرکے ETPB کو handover کی ہے۔ اس کی تفصیلات ہم نے جواب کے ساتھ لگوائی ہوئی ہیں۔ FIA اسلام آباد سرکل نے بھی اپنے کام شروع کرکے تاج حیدر صاحب کا جو اٹک کا معاملہ تھا اس کو کافی حد تک آگے پہنچایا۔

میں مستقل چیئرمین کی تقرری کے بارے میں ضرور چیک کراؤں گا اور یہ مستقل ہونا چاہیے کیونکہ اس طرح کی جو اہم ذمہ داریاں ہیں وہ اہل اور جن کا میرٹ پر تقرر ہوا ہو انہی کے پاس ہونی چاہیے۔ میں ان شاء اللہ چیک کرکے آپ تک یہ تفصیلات پہنچا دوں گا۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: جی، طاہر سندھو صاحب۔

سینیٹر خلیل طاہر: جناب چیئرمین! جس طرح میرے بھائی نے کہا۔ استاد محترم جانتے ہوں گے کہ Communal Property Act, 2002 بنا ہے۔ جس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ جو شخص چرچ پراپرٹی، مندر پراپرٹی یا مسجد کو lease کرتا ہے تو both will be punished

for seven years. جناب چیئر مین! ہمارے بھی اسی طرح بہت سے چرچز ہیں لاہور میں بھی ہیں اور دوسری بہت سی جگہوں پر ہیں جن پر illegal قبضے ہوئے ہیں۔ میری درد مندانہ اپیل ہوگی کہ وہ لوگ جو باہر سے آئے تھے۔ انہوں نے یہاں پر ادارے بنائے تھے اور اب مقامی لوگ ان کو بیچ رہے ہیں۔ تارڑ صاحب سے میری درمندانہ اپیل ہے کہ اس پر ضرور توجہ دی جائے کہ اس کے لیے ایک Act بھی بنا ہوا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو سات سال کی سزا دی جائے گی۔

جناب قائم مقام چیئر مین: جی، تارڑ صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جناب چیئر مین! اگر ایسے واقعات ہیں تو اس وقت گیلری میں متعلقہ افسران موجود ہیں میں ان تک خود یہ پہنچاؤں گا۔ آپ اگر سوال جمع کرانا چاہیں تو آپ سوال جمع کریں تو تفصیلات بھی آ جائیں گی۔ اگر آپ کے پاس تفصیلات موجود ہیں کہ اس طرح کا فراڈ ہوا ہے تو اس پر بالکل حکومت اور متعلقہ محکمے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کا تحفظ کریں اور قانون کی بالادستی ہونی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئر مین: وقفہ سوالات ختم ہو گیا۔

(مداخلت)

جناب قائم مقام چیئر مین: چھٹی کی درخواستیں آئی ہیں۔

(مداخلت)

Leave of Absence

جناب قائم مقام چیئر مین: محسن صاحب اور ڈاکٹر زرقا صاحبہ آپ کو وقت ملے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ یہ expunge کرتے ہیں۔ ہمارے پاس چھٹی کی درخواستیں آئی ہیں۔ سینیٹر راحت جمالی صاحبہ نے بعض نجی مصروفیات کی بنا پر حالیہ اجلاس کے دوران مورخہ 21 تا 23 مئی ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: سینیٹر راجہ ناصر عباس صاحب بعض نجی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 337ویں اجلاس کے دوران مورخہ 26اور 29اپریل کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

(اس موقع پر پریذائیڈنگ آفیسر سینیٹر شیری رحمان کرسی صدارت پر متمکن ہوئیں)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب آرڈر نمبر 3 پر سینیٹر ڈاکٹر زرقا کا ایک calling attention notice ہے۔ جناب وزیر قانون! کیا آپ اس کا جواب دیں گے، کل جیسے بات ہو گئی تھی۔ میڈم! آپ پلیز calling attention put کیجیے۔

Calling Attention Notice raised by Senator Dr. Zarqa Suharwardy Taimur regarding recent appointments and amendment of Rules by the interim Rector of COMSATS University Islamabad

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: چیئرپرسن صاحبہ! بہت شکریہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں پہلے calling attention notice کو پڑھ دیتی ہوں۔ میں COMSATS یونیورسٹی اسلام آباد کے عبوری ریکٹر کی حالیہ تقرری اور ان کی جانب سے قواعد میں ترمیم جیسے انتہائی اہم عوامی اہمیت کے حامل معاملے کی جانب وزیر برائے سائنس اور ٹیکنالوجی کی توجہ دلوانا چاہتی ہوں۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ 22 اپریل، 2024 کے 'ڈان' اخبار میں ایک خبر شائع ہوئی تھی جس میں COMSATS میں ہونے والی بے ضابطگیوں کے متعلق پورا آرٹیکل تھا۔ COMSATS ایک technical institute تھا جسے 2018 میں یونیورسٹی کا status دیا گیا۔ یہاں پر ایک ریکٹر ڈاکٹر ایم۔ افضل تھے، جنہوں نے جولائی 2023 میں resign کیا۔ اس وقت ایک سینیئر پروفیسر ڈاکٹر ساجد قمر کو interim Rector لگایا گیا۔ چونکہ COMSATS میں وائس چانسلر نہیں ہے، وہاں پر ریکٹر کی position ہے، اس لیے انہوں نے interim basis پر ریکٹر کا

charge سنبھالا۔ خبر میں یہ لکھا ہے کہ چونکہ ان کو day to day affairs کے حوالے سے ان کو interim Rector بنایا گیا تھا تو انہوں نے اس دوران پچھلے تقریباً ایک سال میں وہ وہ changes in statute کی ہیں یعنی COMSATS یونیورسٹی کے laws میں جس کے یہ مجاز نہیں تھے۔ ان کا کام صرف یہ تھا اور ہے کہ day to day affairs کو دیکھیں۔ انہوں نے ایک تو لوگوں کی تقرریاں کیں۔ انہوں نے اس ضمن میں پروفیسرز لگائے ہیں جبکہ actually ہونا یہ چاہیے کہ ایک proper ad دے کر، ایک proper ریکٹر جو کہ interim نہ ہو، اسے لگایا جائے۔ یہ جو پوری خبر ہے، اس کے حوالے سے جو بہت important بات ہے، وہ یہ ہے کہ یہ پاکستان کی صرف ایک یونیورسٹی نہیں ہے جہاں یہ ہو رہا ہے۔

COMSATS کے بارے میں تو تین سال پہلے بھی ایک امتحانی پرچہ leak ہوا تھا جو کہ انتہائی شرمناک تھا۔ اس پر بھی میں نے کوئی ایکشن نہیں دیکھا۔ ہمارے بڑے محترم عرفان صدیقی صاحب بیٹھے ہیں، وہ Education Committee کے head ہوتے تھے، I don't know کہ وہ جو پرچہ leak ہوا تھا، اس میں دیا گیا سوال انتہائی شرمناک تھا اور پاکستانی اخلاقیات کے بالکل خلاف تھا۔ اس کے اوپر دنیا میں دہائی ہوئی تھی لیکن ہم نے اس کے اوپر کوئی ایکشن نہیں دیکھا۔ یہ اسی مرض کی ایک علامت ہے، جس طرح ابھی ریلویز کی بات ہوئی، جس طرح ابھی Evacuee Trust کی بات ہوئی کہ آپ اوپر اچھا بندہ یا right man for the right job لگانا ہی نہیں چاہتے کیونکہ پھر حکومت کا اور اس کے اداروں کا کام چل پڑے گا۔ Education بہت important ہے لیکن ہم نے تو ہر چیز چھوڑ دی ہے۔ ہم نے افسر لگائے ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے یہ ہے کہ جس طرح سے افسر لگائے ہوئے ہیں، وہ ایڈیشنل سیکرٹری یا جو بھی ہیں، وہ کام چلاتے ہیں اور اس میں اپنے فائدے کو دیکھتے ہیں۔ میرا سوال اصل میں یہ ہے کہ یہ کیوں نہیں ہو رہا؟ پاکستان کی ٹوٹل around 156 public universities ہیں جن میں سے اس وقت 64 یونیورسٹیوں کا proper وائس چانسلر یا ریکٹر نہیں ہے۔ اس وقت 64 یونیورسٹیوں میں interim Rectors, interim Vice Chancellors کام کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہے؟

یہاں میں یہ بھی بتادوں کہ اس میں سے 29 پنجاب میں ہیں، 16 یا 22 خیبر پختونخوا میں، 4 سندھ میں ہیں جبکہ باقی بلوچستان میں ہیں۔ بنیادی طور پر ریکٹر اور وائس چانسلر لگانے کی ذمہ داری گورنر کی ہوتی ہے۔ میں تو ہمیشہ یہ کہتی ہوں کہ جب تک آپ لوگوں کو جوابدہ نہیں بنائیں گے، معاملات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ پچھلے گورنرز جن کی ذمہ داری تھی، بلیغ الرحمان صاحب پنجاب میں تھے، آغا سراج درانی صاحب سندھ میں تھے، عبدالولی کاکڑ صاحب بلوچستان میں تھے، انہوں نے کیا کیا؟ ان سے کوئی سوال نہیں پوچھا جاتا۔ ہمارے ملک میں تو نہ کسی کی کوئی accountability ہوتی ہے، نہ کوئی سوال پوچھا جاتا ہے، ہر چیز بیوروکریسی پر چھوڑ دی جاتی ہے۔ بیوروکریسی جس کا نیا نام رشتہ دارو کریسی ہونا چاہیے، وہی سب کچھ چلاتی ہے۔ وہ سیاہ سفید جو چاہے کرے۔ یہاں نہ ہم پڑھنے کے قابل ہیں، نہ لکھنے کے قابل ہیں اور نہ ہی ہم کوئی سوال کرکے اس کا جواب لینے کے قابل ہیں۔ یہ انتہائی شرمناک بات ہے۔

اب میں آپ کو یہ بتاتی ہوں، میری بات سنیں، جب آپ حکومتی بینچز پر بیٹھتے ہیں، آپ بہت سمجھدار ہیں، تھوڑا دل وسیع کریں، تھوڑا سننے کی صلاحیت پیدا کریں۔ کل ہم نے جو یہاں پر باتیں سنیں۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! آپ نے سوال put کرلیا اور آپ نے بہت important points raise کیے ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: ابھی میں نے اصلی important point تو raise کرنے ہیں۔ کل بھی ہم نے بڑے بھاشن سنے۔ بات یہ ہے کہ عدلیہ کے خلاف بڑی باتیں ہوئیں لیکن ایسی باتیں جو پہلی مرتبہ ہوئیں، جن لوگوں کو آپ جانتے نہیں ہیں، آپ ہمارے لیے بہت محترم ہیں، پہلی مرتبہ آپ کی تقریر سنیں تو یقین کرلیں گے لیکن جب قول اور فعل میں اتنا بڑا تضاد ہوتا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! پلیز آپ calling attention پر رہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: جب قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے تو پھر سوال بنتے ہیں اور پھر سچ کو آپ لوگوں کی آنکھوں سے نہیں ہٹا سکتے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میڈم! آپ مہربانی فرما کر اپنے calling attention پر رہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: واپس آجاتے ہیں calling attention پر۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اتنی لمبی تقریر نہیں ہوتی۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: وائس چانسلرز اور ریکٹرز کے لیے ایک طریقہ کار ہے۔ میں آج ایک خط لائی ہوں جو ہائر ایجوکیشن کمیشن کے چیئرمین، ڈاکٹر مختار نے ہر گورنر کو خط لکھے ہیں۔ پچھلے سال اگست سے وہ خط لکھ رہے ہیں کہ آپ timely appointment of Vice Chancellors, Rectors and heads of universities کریں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: یہ HEC نے COMSATS کے حوالے سے لکھا ہے۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: صرف COMSATS کے حوالے سے نہیں بلکہ سب کے حوالے سے ہے۔ ہم نے بھی اس حوالے سے گورنرز کو خط لکھے ہیں، President کو خط لکھے ہیں کہ یہ کیوں نہیں ہو رہا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: بہت جائز سوال ہے۔ میرے خیال میں آپ کا سوال clear ہو گیا۔ اس پر اب جناب وزیر قانون! مفصل جواب دیں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: پہلے مجھے اپنی بات ختم کرنے دیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ ضروریات کیا ہیں؟ آپ کو ایک selection process اختیار کرنا ہوتا ہے۔ آپ مجھے بولنے دیں۔ اگر ایوان میں آکر آپ بولنے نہیں دیں گے تو بات آگے نہیں بڑھے گی۔ کل بھی مجھے بولنے نہیں دیا گیا، آج بھی نہیں بولنے دیں گے، آپ تھوڑا تحمل پیدا کیجیے، ہماری بات سن لیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! آپ کا calling attention کافی وسیع ہو گیا ہے۔ آپ بس wind up کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: COMSATS میں اس وقت registrar, treasurer, controller all are on interim charge. How can people on interim charge do what is needful? وہاں پر جس قسم کی

تقرریاں ہوئی ہیں، head of the department بنے، کیونکہ یہ جو ساجد قمر صاحب ہیں، انہوں نے فزکس میں Ph.D کی ہوئی ہے۔ He is from the Physics Department. ڈاکٹر وقاص مسعود جو 9 اپریل، 2021 کو فزکس کے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ لگے تھے لیکن جب ساجد قمر صاحب آئے تو انہوں نے ان کو change کرکے ایک جونیئر پروفیسر کو لے آئے کیونکہ وہ ان کے پسندیدہ تھے۔ یہ جو پسندیدہ لوگوں کو لانے کا سسٹم ہے، یہ اسی لیے ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ نے بہت وضاحت سے شواہد بھی دیے ہیں۔ Excellent point made. اب میں سننا چاہوں گی جناب وزیر قانون کو کیونکہ انہوں نے اس calling attention کی ذمہ داری لی ہے۔ جناب وزیر قانون! آپ بھی اس کا مفصل جواب دیجیے گا۔

سینیٹر ڈاکٹر زرقا سہروردی تیمور: وہ جواب دیں لیکن اس کو کمیٹی میں بھیجنا ہوگا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحبہ! وہ کریں گے لیکن آپ پہلے ان کا جواب سن لیں۔ شکریہ۔

Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law and Justice

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں بڑے ادب سے عرض کروں گا۔ Calling attention سے ہٹ کر بھی بہت کچھ کہا گیا، سر آنکھوں پر، ضرور کہیے لیکن اس ہاؤس کی ایک رسم روایت ہے، ہمیں اس کے مطابق proceedings کو چلانا چاہیے۔ آپ نے تین لائنوں کا calling attention بتایا، آپ اس کو explain کردیں، مجھ سے جواب لے لیں، اس کے بعد further کسی دوست نے بات کرنی ہو تو میں اس کے لیے بھی حاضر ہوں۔ Calling attention COMSATS یونیورسٹی کا ہے۔ COMSATS یونیورسٹی ایک ordinance کے ذریعے سال 2000 میں قائم کی گئی تھی۔ اس کے بعد 2018 میں اسے ایکٹ میں convert کردیا گیا۔ ایکٹ آف پارلیمنٹ کے ذریعے اس کے functions بڑھادیے گئے۔ COMSATS پاکستان کی چند اچھی یونیورسٹیوں میں سے ہے جس کی international

ranking بھی بہت بہتر ہے۔ ملک میں بھی وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے اندر leading role play کر رہی ہے۔

COMSATS University کے جو ریکٹر تھے، اس وقت ڈین آف سائنسز تھے ساجد قمر صاحب، وہ ایک ماہ کی چھٹی پر کینیڈا گئے اور انہوں نے وہاں سے اپنا استعفیٰ بھیج دیا۔ وہ استعفیٰ، COMSATS Act کے تحت صدر عارف علوی صاحب نے جو کہ چانسلر تھے، وہ استعفیٰ بغیر کسی اعتراض کے accept کر لیا۔ وہ right ہے کسی بندے کا کہ وہ ایک مہینے کا نوٹس دے کر استعفیٰ دے دے۔ آپ کہہ رہی ہیں ڈاکٹر ساجد قمر صاحب تو میں عرض کرتا ہوں کہ جن کے استعفیٰ کے بعد پھر ضرورت پیش آئی۔ جو تقرری کا عمل تھا، اس کے لیے اس وقت کے صدر عارف علوی صاحب نے کوئی تقریباً تین چار ماہ کی تاخیر سے search committee constitute کر دی۔ وہ اختیار Chancellor کا ہے۔ Search Committee was headed by Ch. Aitzaz Sahib جو وزارت خارجہ کے سابق Secretary ہیں اور سفیر بھی تعینات رہے ہیں۔ انہوں نے پروفیسر دخشہ سید صاحبہ کو جو قائداعظم یونیورسٹی کی ایک retired professor تھیں، COMSATS University کے founding Rector ڈاکٹر جنید زیدی صاحب کو اس کا رکن بنایا گیا۔ اس کے علاوہ rules کے تحت senior most professors میں سے بھی ہوتے ہیں، اس کے لیے ڈاکٹر روبینہ فاروق اور جنرل عمران مجید صاحب NUMS Islamabad کے Ex-Vice Chancellor تھے، Search Committee میں یہ تقرریاں کر دی گئیں۔ اخبار میں اشتہار شائع ہوا، process ہوا اور اس میں 80 people shortlist ہوئے جو to be appointed as per terms and conditions qualify ہوئے۔ ان 80 people کے interviews کا سلسلہ پچھلے ہفتے مکمل ہوا ہے اور آج پھر کمیٹی کی meeting ہے، انہوں نے ان 80 people کا comparative analysis کر کے تین کا panel final کرنا ہے۔ یہ تین لوگوں کا panel صدر صاحب کو بھیجیں گے اور صدر صاحب بطور Chancellor Rector کا تقرر کر دیں گے۔ یہ تو وہ سلسلہ ہے جو ماضی میں ہوا۔

آپ نے دوسری بات یہ کہی کہ Acting Rector COMSATS rules میں appointments and amendments کر رہے ہیں جس کی وجہ سے تشویش پائی جاتی ہے۔ میں یہ بات پورے وثوق کے ساتھ under instructions کہہ رہا ہوں کہ وزارت کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے اور ان کا staff بھی آیا ہوا تھا، COMSATS کی concerned Ministry, Ministry of Science and Technology ہے، ان کے Addl. Secretary موجود ہیں۔ انہوں نے یہ ساری بات مجھے لکھ کر بھی دی ہے اور مجھے اس پر brief بھی کیا ہے۔ Under the 2018 Act, Act میں تبدیلی اس ایوان کا اختیار ہے، پارلیمان کا اختیار ہے، کوئی شخص Act میں لکھے ہوئے کسی لفظ کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ Rules میں تبدیلی کا اختیار with the prior sanction of the Federal Government COMSATS کا Senate ہے جس کے سربراہ صدرِ مملکت ہیں۔ میں on record یہ کہہ رہا ہوں کہ Acting Rector نے کسی rule and regulation میں تبدیلی کی اور نہ وہ کر سکتے ہیں، under the scheme of law this prerogative rest with Senate of COMSATS University which comprises of President being the Chancellor of the University, اس کی composition آپ سب کو معلوم ہے، اس میں parliamentarians بھی ہوتے ہیں، وزارتوں کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب! Senate نے اس دوران یہ rules اپنی صوابدید کے مطابق change کیے ہیں، ?is that what you are saying

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: نہیں جی، rules نہیں بدلے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں بدلے، for the record نہیں بدلے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: ان کا سوال یہ ہے کہ Acting Rector نے اپنی مرضی سے change کر لیے ہیں جو نہیں کر سکتے تھے۔ Senate کے اختیار کو ہم takeaway نہیں کر سکتے کیونکہ Legislature نے Senate کو اختیار دیا ہے۔ ہر ادارے کو rules making کا

اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ادارے کو فعال طریقے سے چلانے کے لیے rules میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں کریں۔ ویسے وہ ...rules under the scheme of law

Madam Presiding Officer: What about the appointments?

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی میں وہ بتاتا ہوں۔ انہوں نے اخباری خبر کے مطابق خود فرمایا ہے کہ acting تقرریاں کی گئی ہیں، Acting Rector کا mandate ہے کہ اس نے یونیورسٹی چلانی ہے، اسے بند تو نہیں کرنا۔ ایک head of department چھٹی پر چلے جاتے ہیں، ظاہر ہے کہ senior most professor کو آپ نے acting head of department لگانا ہے، Registrar بیمار ہو جاتے ہیں، ہسپتال داخل ہو جاتے ہیں، آپ نے Addl. Registrar کو Acting Registrar کا charge دینا ہے، this is what the Act says, it talks about the powers of the Senate, powers of the Syndicate, powers of Rector and what functions an Acting Rector can discharged. I am stating on the floor of the House that no violation of such kind has taken place, this is what I have been conveyed. مستقل Rector کی تقرری کا عمل Search Committee مکمل کر چکی ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ آج ان کی دوبارہ meeting ہے، آج یا کل وہ اپنی recommendations تیار کرکے panel صدر مملکت کو بھیجیں گے پھر Chancellor کا اختیار ہو تا ہے کہ وہ اُس panel میں کس آدمی کا تقرر کرتے ہیں۔

میڈم چیئرپرسن! آخری بات یہ ہے کہ کہا گیا کہ ملک کے بہت سارے حصوں میں ساٹھ سے زائد یونیورسٹیاں ہیں جن کے Vice Chancellors regular نہیں ہیں، یہ تشویش ناک بات ہے۔ میں اس بارے میں کچھ عدالتی فیصلوں کا حوالہ دوں گا کیونکہ Caretaker Government آئی تھی تو اس کے mandate میں بھی day to day affairs کی حد تک کافی جگہوں پر لکھا گیا ہے۔ اس میں high courts کی کچھ judgments ہیں، یہ معاملہ

لاہور ہائیکورٹ میں بھی زیر التوا رہا ہے کہ آیا یونیورسٹیوں کے مستقل vice chancellors اُس دور میں appoint ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اس حوالے سے چیزیں slow تھیں اور رکی ہوئی تھیں۔ It is not my domain and function but this is the first hand knowledge that I have, because I happened to be in a meeting in Punjab, انہوں نے Search Committee قائم کر دی ہے، پنجاب کی یونیورسٹیوں کی جو medical side کی ہیں، ان کی Search Committee medical scientists پر مشتمل ہے، engineering universities کے لیے Search Committee اس field کے experts پر مشتمل ہے جبکہ science and arts کے لیے different search committees ہیں۔ They are convening meetings, advertise ہو گئی ہے، process ہو جائے گا۔ میں آخری بات کے جواب میں یہ بھی تشریح کر دوں کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ 18^{th} Amendment کے بعد education devolved subject ہے۔ وفاقی حکومت curriculum کی uniformity and basic standards of education کے لیے HEC کے ذریعے ایک کردار ادا کرتی ہے اور HEC کا Act ہمارے domain میں ہے، باقی secondary and higher education صوبوں کو منتقل ہو چکی ہے۔

آپ نے خود کہا کہ خیبر پختونخوا کی بائیس یونیورسٹیاں ہیں، پنجاب کی بتیس یونیورسٹیاں ہیں، سندھ کی یونیورسٹیاں ہیں۔ یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ لفظ Chancellor نہیں بلکہ Governor ہی آتا ہے لیکن وہ بھی ہمیشہ advice پر کام کرتے ہیں۔ اس میں Chief Ministers کی advice بڑی relevant ہے، اس پر بھی judgments موجود ہیں۔ اس لیے وہ سارا process کر رہے ہیں، میرے خیال میں اگر ہم انہیں یہاں سے حکم نامے جاری کریں گے تو یہ صوبائی خود مختاری کے حوالے سے interference ہو گی۔ شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر قانون! بالکل صحیح ہے، آپ صوبوں کے حقوق سے تجاوز تو نہیں کر سکتے، تجاوزات کی کافی discussion چل رہی ہے اور اگر ہم بھی صحیح راستے پر عمل پیرا رہیں گے تو بہتر ہوگا۔ .This is talked out

(Interruption)

Madam Presiding Officer: No, there is absolutely no,

this is talked out, he has adequately دیکھیں اس میں کمیٹی کا کچھ نہیں بنتا، answered. سینیٹر زرقہ! آپ براہ مہربانی تحمل سے کام لیں۔ جب کمیٹی بن جائے گی، آپ اس میں raise کر لیجیے گا۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: دیکھیں Calling Attention Notice پر کوئی اور بات نہیں ہو سکتی، سینیٹر قراۃ العین نے بھی درخواست کی ہے۔ جس کے نام پر Calling Attention Notice ہوتا ہے، وہی بات کر سکتا ہے، آپ جانتی ہیں۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: You can be part of the process when the Committee is formed.

(Interruption)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ Calling Attention Notice پر جس سینیٹر کے دستخط ہوتے ہیں وہی بات کر سکتا ہے، اس پر کوئی لچک نہیں ہو گی۔ آپ بعد میں point of public importance پر بات کر لیں۔

Order No. 4 is in the names of Senators Qurat-ul-Ain Marri, Zamir Hussian Ghumro, Muhammad Aslam Abro, Poonjo and Syed Kazim Ali Shah. Senator Qurat-ul-Ain please raise the matter.

Calling Attention Notice raised by Senator Qurat-ul-Ain Marri regarding privatization of PIA

Senator Qurat-ul-Ain Marri: Thank you Madam. We would like to draw the attention of the Minister for Privatization towards 'the lack of transparency in all stages of divestment and privatization of the Pakistan International Airlines including but not limited to financial process, issuance of expression of interest, bidding, contract awarding and segregation of core and non-core assets and liabilities of PIA'.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! آج کل اخبارات میں PIA کی privatization کے بارے میں بہت زیادہ خبریں چل رہی ہیں۔ اگر ہم پہلے تاریخ کو تھوڑا سا دیکھ لیں that PIA was once a jewel of the region. PIA وہ airlines ہے جس نے کئی airlines کو پیروں پر کھڑا کیا ہے۔ اس کے بعد it is a travesty and a tragedy جو حال ہم نے PIA کا کر دیا، ہمیں over-employment کا ایک lollypop دے دیا جاتا ہے but no, fact is that the employment ratio of PIA is not great as compared to many other airlines across the globe. ہم بات تو کرتے ہیں کہ PIA میں Grade 1 to 4 کے employees بہت زیادہ ہیں، daily wagers بہت زیادہ ہیں، fact is that Grade 1 to 4 کے employees, daily wagers کی تنخواہوں میں اتنے عرصے سے کوئی اضافہ نہیں ہوا جبکہ جو management ہے، اسے perks and outrageous increments ملے ہیں۔ اس پر کوئی سوالیہ نشان نہیں ہوتا؟ Management decisions کو question نہیں کیا جاتا۔ Has there ever been an assessment of the disastrous decisions of the management taken to deliberately bring down the PIA? آپ PIA کے اچھے، اچھے جہاز

tarmac پر rout ہونے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں، آپ ہمارے routes بیچ دیتے ہیں اور آپ کراچی سے headquarters shift کردیتے ہیں۔ اس کے بعد ایک منسٹر deliberately ہمارے pilots پر اتنا بڑا سوالیہ نشان اٹھادیتا ہے کہ اس کے بعد ہمارے pilots ہی ground ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور ہم جہاز اڑانے کے قابل ہی نہیں رہتے۔ After that when all that is proven to be untrue, میں تو حیران ہوں کہ ان منسٹر صاحب پر Article 6 کیوں نہیں لگا۔ PIA is a state institution and with a deliberate design, he wanted to bring it down. ہم PIA privatization کی بات کرتے ہیں لیکن at the same time in Sindh, we have been globally acknowledged for successful public-private partnership business model. ہمیں privatization کی اتنی جلدی لگی ہوئی ہے کہ کوئی information sharing نہیں ہورہی اور کوئی transparency بھی نہیں ہے۔ ہم deliberately flights delay کردیتے ہیں، جہاز خراب کردیتے ہیں، pilots کے licenses جعلی ہونے کی بات کردیتے ہیں کہ بس PIA سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔ It is really sad to see that once what was the queen of skies is now floundering on the ground. This is not what people of Pakistan wanted to see Pakistan International Airlines. ہم یہ نہیں دیکھنا چاہتے so the Government needs to be transparent in all its plans and ideas needs to talk about higher management not just about hapless employees جن کے کندھے پر رکھ کر بندوق چلائی جارہی ہے، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ اس Calling Attention Notice میں سینیٹر ضمیر حسین گھومرو کا بھی نام ہے۔ میں اس کے متعلق ایک اضافی بات کرنا چاہوں گی۔ جیسے کہ سینیٹر صاحبہ نے ابھی employees کی بات کی تو جب Standing Committee on

Aviation میں PIA privatization business plan دکھایا گیا تو وہ burden نہیں تھے بلکہ fleets کی کمی اور routes اونے، پونے بیچنے کا مسئلہ تھا۔ خیر اس کے بعد license gate بھی ہوا۔ آپ سب نے دیکھا کہ اس میں کیا ہوا اور PIA and its pilots کی کیا حالت بنی۔ ابھی سینیٹر صاحبہ نے بالکل صحیح کہا کہ PIA ہمارے لئے ایک jewel کی حیثیت رکھتی تھی لیکن افسوس کی بات ہے کہ deliberately اسے نقصان پہنچایا گیا۔ سینیٹر ہمایوں مہمند! آپ تشریف رکھیں کیونکہ .I can give my observations سینیٹر قراۃالعین مری کے بعد سینیٹر ز ضمیر حسین گھومرو، محمد اسلم ابڑو، پونجو اور کاظم علی شاہ نے بھی بات کرنی ہے۔ براہ مہربانی آپ بار، بار وہی باتیں repeat نہ کریں بلکہ اپنے ideas share کریں کیونکہ منسٹر صاحب بھی موجود ہیں۔ جی سینیٹر ضمیر حسین گھومرو۔

Senator Zamir Hussain Ghumro

سینیٹر ضمیر حسین گھومرو: شکریہ، میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! سینیٹر قراۃالعین مری نے آپ کو تفصیلی طور پر بتایا کہ PIA کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ جو last Government تھی، اس کے منسٹر صاحب نے pilots' licence کے جعلی ہونے کے متعلق جو statement دی تھی، اس سے PIA کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا تھا۔ PIA مسلسل خسارے میں چلی جارہی ہے۔ ہمیں تو یہ لگتا ہے کہ PIA کو بیچنے کے لئے یہ کوئی pre-planned scheme ہے۔ اخبار میں خبریں آتی ہیں کہ حکومت PIA privatize کررہی ہے۔ اس کی کوئی detail نہیں ہے کہ کسے بیچ رہے ہیں۔ کبھی کسی ملک کا نام آتا ہے تو کبھی کس کا۔ کوئی transparency نہیں ہے اور public representatives کے ساتھ کچھ بھی share نہیں کیا جاتا ہے۔ اس پر بہت apprehensions ہیں کیونکہ PIA headquarters کراچی سے شفٹ کیا گیا۔ اس پر سندھ کے لوگوں میں concern ہے۔ یہ کہا جارہا ہے کہ کافی بھرتیاں ہوئی ہیں، employee staff surplus میں ہے اور انہیں slash کریں گے جس سے ملازمین میں کافی concern ہے کہ اگر PIA privatize ہوتی ہے تو ہمارا کیا بنے گا۔ اسی طرح دیگر اداروں کے headquarters بھی شفٹ ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بات clear کرنی چاہیے کہ اس

process میں transparency کیسے ہوگی اور اسے آگے کیسے بڑھایا جائے گا۔ جیسے سینیٹر عینی نے کہا کہ سندھ میں successful public private partnership model ہے تو ابھی جو Federal Government privatization کر رہی ہے تو اس میں یہ پالیسی کیوں نہیں ہے؟ شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔ اگلے سپیکر چونکہ سینیٹر محمد اسلم ابڑو تھے لیکن وہ بتا کر چلے گئے ہیں۔ اس لئے اگلے سپیکر سینیٹر پونجو ہیں۔ جی سینیٹر پونجو۔

Senator Poonjo

سینیٹر پونجو: شکریہ، میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! یہ Calling Attention Notice سینیٹر قراۃالعین مری نے پیش کیا ہے، میں سب سے پہلے تمام حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہوں گا اور request بھی کروں گا کہ Pakistan International Airlines کا نام پاکستان سے شروع ہوتا ہے اور پاکستان ہماری جان ہے۔ ہم اپنی ایئر لائن کو فروخت کرنا چاہ رہے ہیں تو کیا ہم اسی طرح اپنے تمام اداروں کو فروخت کرنا شروع کر دیں گے۔ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ default کر گئی ہے لیکن پاکستان میں چلنے والی دوسری ایئر لائنیں بہت اچھے طریقے سے چل رہی ہیں اور کما بھی رہی ہیں اور PIA کی bidding میں شامل بھی ہو رہی ہیں۔ Default کی وجہ تو corruption ہی ہو سکتی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اپنی قومی ایئر لائن کو بیچنا چاہ رہے ہیں؟ Emirates Airlines کی mother بھی PIA ہے لیکن آج ہم اس مقام پر پہنچے ہیں کہ Air Arabia PIA کے لئے bid بھر رہی ہے کہ یہ ہمیں دیا جائے۔ سکھر، تربت، گوادر اور ملک کے دیگر علاقوں سے سفر کرنے والوں کا کیا ہوگا؟ ان کی airports کا کیا ہوگا؟ آپ نے دیکھا کہ میرپور خاص اور حیدر آباد airports بند کر دیے گئے۔ یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ سکھر ایئر پورٹ خسارے میں ہے۔ آپ ایسا کر کے یہ تمام ادارے بیچتے جائیں گے۔ یہ اس سے کیا میسج دے رہے ہیں؟ کیا ہم یہ میسج دے رہے ہیں کہ ہم پاکستانی نا اہل ہیں اور ہمارے لوگ اسے بہتر طریقے سے چلا نہیں پا رہے ہیں۔ ان میں improvement لائی جائے لیکن اس طریقے سے انہیں فروخت نہیں کیا جائے، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔جی سینیٹر کاظم علی شاہ۔

Senator Syed Kazim Ali Shah

سینیٹر سید کاظم علی شاہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! سینیٹر صاحبان نے جو issue اٹھایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ میں بھی یہ گزارش کروں گا کہ PIA کو مت بیچیں بلکہ public private partnership کے ذریعے چلائیں اور یہ صحیح رہے گا۔ میرے خیال میں یہ ایک مافیا ہے جو یہ سمجھتی ہے کہ وہ پاکستان کے ادارے بیچ کر پاکستان کو ترقی دینا چاہتی ہے۔ یہ درست نہیں ہے اور شاید یہ لوگ اس کے بعد پورے پاکستان کو ہی نہ بیچ دیں۔ میری گزارش ہے کہ اس کے حل کے لئے آپ seriously سوچیں، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ۔منسٹر صاحب! مجھے یقین ہے کہ آپ نے سینیٹر صاحبان کی تمام باتیں نوٹ کرلی ہیں۔ابھی آپ جواب دیں۔

Mr. Abdul Aaleem Khan (Federal Minister for Privatization)

جناب عبدالعلیم خان (وفاقی وزیر برائے نجکاری): شکریہ، میڈم چیئرپرسن صاحبہ! محترم سینیٹر صاحبان نے جو points اٹھائے ہیں، وہ بڑے relevant ہیں۔ بلاول صاحب نے ایک کمیٹی بنائی تھی جس کی ممبر آپ بھی تھیں۔اس میں سینیٹر سلیم مانڈوی والا اور سید نوید قمر بھی شامل تھے۔ آپ میرے پاس تشریف لائے تھے اور میں نے آپ کو نجکاری کا process بتایا تھا۔ابھی جیسے سینیٹر صاحبہ نے بالکل صحیح کہا کہ جو نچلے طبقے کا ملازم ہے، اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ہمیں یہ دیکھنا پڑے گا کہ قصور کس کا ہے، وہاں کس نے زیادہ بھرتیاں کیں۔اگر management سے کام ٹھیک نہیں چل رہا تھا،management کام نہیں کررہی تھی تو کس کا اختیار تھا، کس کی ذمہ داری تھی کہ وہ management کو ٹھیک کام کرنے پر مجبور کرتی اور اگر وہ ٹھیک کام نہیں کر رہے تھے تو ان کو تبدیل کرتے۔ میں کسی کو blame کیے بغیر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر ہم پچھلے ادوار کو دیکھیں تو مختلف حکومتیں مختلف ادوار میں رہی ہیں۔ یہ خسارہ بڑھتا گیا، یہ خسارہ پچھلے چھ مہینے یا سال میں تو نہیں ہوا، یہ خسارہ اب 830 ارب روپے ہے، ہم نے اسے یہاں تک لانے کے لیے کئی دہائیاں لگائی ہیں۔ یہ تباہی کا سلسلہ پچھلے تین مہینے یا چھ مہینے میں شروع نہیں ہوا، پی آئی اے کو اس نہج تک پہنچانے میں بڑی محنت

ہوئی ہے۔ میرا کام یہ نہیں ہے کہ میں یہاں کھڑا ہو کر کسی ایک شخص یا کسی ایک حکومت کو ذمہ دار ٹھہراؤں۔ اس میں سب نے اپنااپنا حصہ ادا کیاہےاور without getting into the blame game I want کہ ہم اس بات کو realize کرلیں کہ حکومت کا کام کاروبار کرنانہیں ہے،حکومت کا کام facilitate کرناہے۔ جب حکومت کاروبار کرناشروع کرتی ہےتوانجام یہی ہوتاہے جہاں ہم پہنچ گئے ہیں۔

میڈم! لمبی تفصیل ہے۔ آج کی تفصیل یہ ہے کہ ہم 830 ارب روپے کے خسارے کا سامنا کررہے ہیں۔ جو بات میری محترمہ بہن نے کی ہے، بالکل ٹھیک ہے کہ اگرآج آپ کے پاس fleet ہوتووہاں کے جتنے بھی ملازمین ہیں،ان میں سے شاید کوئی ایک بھی زیادہ نہ ہو لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب آپ کے پاس جہاز ہی نہ ہوں تو پھر جتنا بھی عملہ ہےوہ سارے کا سارا زیادہ لگتاہے کیونکہ پی آئی اے کا جو اصل کام تھاوہ توجہازوں کے ساتھ ہی ممکن تھا۔ اگر میں غلط نہ ہوں تو اس وقت میرے خیال میں 18 جہاز ہیں۔ اگر 18 جہازوں کے ساتھ دس ہزار ملازمین ہیں تو اس کا آپس میں کیاجواز بنتاہے۔ جس طرح کہاگیاکہ ratio اتنی زیادہ نہیں ہے جتنی ہونی چاہیے،انہوں نے بالکل ٹھیک کہا ہے لیکن اگر یہ جہاز چالیس ہوں تو بالکل ٹھیک ہےاور اگر جہاز اٹھارہ ہوں تو وہ ساری ratio غلط ہے۔

میں اپنے معزز اراکین کو کہناچاہتاہوں کہ میں نے process کو explain کردیا۔ اگر یہ چاہیں تو یہ سارے کاسارامیں دوبارہ پڑھ دیتاہوں لیکن اس process کے حوالے سے میں آپ کو اس بات پر یقین دلاتاہوں کہ جس دن یہ bidding ہوگی یہ live telecast کی جائے گی،یہ پوری قوم دیکھے گی۔ ہمارے معزز اراکین بھی دیکھیں گے۔ اس میں کوئی چیز hide نہیں ہوگی۔ یہ bidding جب پوری قوم دیکھ رہی ہوگی، سارے لوگ وہاں بیٹھیں گے۔ یہاں پرآٹھ کمپنیوں کے نام دے دیے گئے ہیں۔ اگرآپ کو ان کمپنیوں میں سے کوئی بھی لگتی ہے کہ یہ اس قابل نہیں ہے،ابھی ان کی prequalification کا process چل رہاہے۔ ان میں سے کسی کے بارے میں بھی کوئی بات پوچھنی ہوتومیں ان کے لیے ہر وقت حاضر ہوں، یہ آئیں۔ جس طرح آپ تشریف لائی تھیں، میں نے کوشش کی کہ میں آپ کے سوالات کے بھی جواب دے سکوں،آپ

کی تسلی کراسکوں۔ یہ میرا فرض ہے کہ میں اس کو جتنا transparent رکھ سکوں، میں ان شاءاللہ transparent رکھوں گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کی شفافیت کے بارے میں ایک بھی ایسی چیز نہیں ہوگی جس پر مجھے کل یہاں پر آکر آپ سب کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب! Public/private partnership کے حوالے سے ان کے سوالات ہیں، اس کی بھی کچھ تفصیلات آپ فراہم کردیں۔

جناب عبدالعلیم خان: میڈم چیئرپرسن! اگر آپ public/private partnership کو دیکھیں تو اگر ہم 51% shares float کر رہے ہیں، ہم نے 51% سے over کرنے کی کوشش کی ہے، so this is technically a public/private partnership. میں بھی چاہتا ہوں کہ ہمارے حکومت پاکستان کے زیادہ سے زیادہ shares بچ جائیں تاکہ جب اس کی value بڑھے، جب یہ ایک بہتر ایئر لائن ہو جائے تو ہمارے ان shares کی value اس سے کئی گنا ہوگی جو کہ آج ہم بیچ رہے ہیں۔ میری بھی یہی خواہش ہے، باقی جگہوں پر بھی ہم یہی کوشش کریں گے کہ ہم اپنے assets کو اپنے shares کو جو حکومت پاکستان کے ہیں، ان کو بچالیں تاکہ کل جب پرائیویٹ کمپنیاں اس ایئر لائن کو بہتر کردیں تو ہمارے shares کی value بھی بڑھ جائے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ملازمین کے حوالے سے کیا کر رہے ہیں؟

جناب عبدالعلیم خان: ملازمین کے لیے بھی، جس طرح میں نے پہلے کہا، یہ ملازمین اس لیے آج زیادہ لگ رہے ہیں کیونکہ آپ کے پاس جہاز نہیں ہیں۔ آپ اس میں بیس، تیس جہاز enter کریں تو یہ ملازمین زیادہ نہیں ہیں۔ مجھے کوئی وجہ نظر نہیں آتی، بہترین عملہ اور بہترین کپتان ہیں، میں کسی کا تو جواب نہیں دے سکتا لیکن میں اپنا جواب دے سکتا ہوں۔ ہم نے آج تک جتنے بھی کپتان دیکھے ہیں، جتنی airlines میں سفر کیا ہے، ہمیں بہترین عملہ اور بہترین کپتان پی آئی اے میں ملتے ہیں۔ اس میں کوئی reason نہیں ہے۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب! میرا سوال آپ سے یہ تھا کہ جو ملازمین اس وقت ہیں، میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ کا کوئی اس میں تعصب ہے کہ burden ہے یا زیادہ ہیں یا کم

ہیں، میرا سوال تھا کیونکہ اس وقت آپ نجکاری کے عمل کو oversee کر رہے ہیں۔ ملازمین کے حوالے سے آپ کی کیا سوچ ہے، ان کا کیا ہوگا؟

جناب عبدالعلیم خان: میں معزز رکن سے صرف یہ گزارش کروں گا کہ کاش ہم اپنی اپنی حکومتوں میں اگر ہم یہ جواب اس دوران لیتے توشاید آج یہ نوبت نہ آتی۔ کاش آپ اس دوران یہ concerns اٹھا لیتے تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ اگر آج آپ پی آئی اے کی نجکاری نہیں کرتے تو میڈم! بڑے افسوس کے ساتھ، یہ پی آئی اے اس طرح نہیں چل سکتی۔ پی آئی اے کا جو نقصان ہے، اب کسی میں استطاعت نہیں رہی کہ اس کے لیے سو، سو ارب روپے ہر سال دے سکیں۔ اگر PIA بند ہو جائے گی تو پھر ہمارے employees کا کیا بنے گا؟ یہ جو over staffing ہے، جو ہم پچھلے 30, 40 سالوں سے بھرتی کرتے رہے ہیں، اب میں یہاں کھڑا ہو کر کسی کو blame نہیں کر رہا، میں نے پہلے اپنی statement میں کہا کہ میں کسی کو blame کرنے کے لے کھڑا نہیں ہوں، ٹھیک ہے۔۔۔

(مداخلت)

جناب عبدالعلیم خان: ساری دنیا کو، سب کو facts معلوم ہیں لیکن میں آپ سے یہ گزارش کروں۔۔۔۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: No cross-talk please.

آپ Calling Attention میں خود سوال نہ کریں۔

You can raise another Calling Attention. Senator Sahib, I know he is doing his best.

آپ اپنا Calling Attention Notice please لے آئیں۔ مہربانی کرکے آپ rules دیکھ لیں۔ نہیں facts بتا رہے ہیں۔ جو ان سے پوچھا گیا، وہ share کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ منسٹر صاحب! آپ تھوڑا سا یہ بھی بتا دیں کہ آپ کے profit and losses کی کیا صورت حال ہے تاکہ تمام ممبران کے سامنے ایک شفاف discussion ہو جائے۔

جناب عبدالعلیم خان: معزز سینیٹر صاحب نے جو بات کہی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن میں آپ کو کہنا چاہتا ہوں کہ میرا کام یہاں پر blame game نہیں ہے۔ میرا کام یہ نہیں ہے کہ لوگوں کی پگڑیاں اچھالنے کے لیے یہاں کھڑا ہو جاؤں۔ جو کام آپ نے مجھے assign کیا ہے، میں اس کے بارے میں ضرور جواب دوں گا۔ میں آپ سب کی عزت کرتا ہوں۔ اسی لیے چاہتا ہوں کہ یہاں پر کھڑے ہو کر کسی پر الزام تراشی نہ کروں۔ ہم کوشش کریں گے، اگر ہم سب اپنے اپنے گریبانوں میں دیکھیں گے تو میرے خیال میں ہمیں بہت سارے facts clear ہوتے جائیں گے۔ گزارش ہے کہ ملازمین کے لیے ہم نے شرائط میں شامل کیا ہے کہ تین سال تک وہ کمپنی ان ملازمین کو رکھے گی۔ میں آپ کو اس بات کی پوری گارنٹی دیتا ہوں کہ ان میں سے زیادہ تر ملازمین بہت ہی efficient اور اس قابل ہیں کہ ان کو کمپنی ویسے بھی رکھے گی کیونکہ اس کمپنی نے بھی اپنے کاروبار کو چلانا ہے۔ اگر کمپنی نئے جہاز لے کر آئے گی یا جہاز lease کرے گی تو ان شاء اللہ تعالیٰ جو بات میرے بھائیوں نے اور میری بہن نے کہی ہے، اس کے مطابق کریں گے، پی آئی اے ہم سب کی pride ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم سب عزت کے ساتھ اس ایئرلائن میں سفر کریں جو اس وقت ہمارے لیے بڑی شرمندگی کا باعث بنتا ہے۔

Madam Presiding Officer: The Calling Attention Notice is talked out.

(Interruption)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: نہیں، دھاریجو صاحب! اس issue پر آپ بات نہیں کر سکتے، اس پر آپ کا signature نہیں ہے۔ No, you cannot do that, please have a seat, اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔ جی وزیر برائے قانون۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: اس میں problem آ رہی تھی، سینیٹ کی اپنی روزمرہ کے معاملات کے لیے سینیٹ کی internal Finance Committee نہیں بنی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں وہ motion move کر دوں تاکہ سینیٹ کو چلانے کے لیے وہ کمیٹی بن جائے۔ باقی تو Standing Committees کے ساتھ بنیں گی۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی، جی بہت ضروری ہے، please move کیجیے۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی، جی کمیٹیاں تو ایک دو دن میں بن جائیں گی لیکن Finance Committee کی آج تک motion move نہیں ہوئی تھی۔

Madam Presiding Officer: Please move the motion.

<u>Motion moved under Rule 3 of the Senate Finance Committee Rules, 1973 for election of the Senate Finance Committee</u>

Senator Azam Nazeer Tarar (Minister for Law and Justice): Madam Chairperson, It is hereby moved under Rule 3 of the Senate Finance Committee Rules, 1973 that the Senate Finance Committee may be elected by the Senate comprising of the Members as per the proposed list. The House may also authorize the honourable Chairman Senate to make changes in the composition of the said Committee as and when he deems fit.

اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ پڑھ بھی دیتا ہوں، چیئرمین سینیٹ نے سب پارٹیوں کی مشاورت کے ساتھ یہ نام لیے ہیں۔ AS per rules, traditionally Chairman Senate اس کو Chair کرتے ہیں، Senator Muhammad Aurangzeb, Minister for Finance اس کا حصہ ہوتے ہیں،

Senator Syedaal Khan, Deputy Chairman is also part of the Committee, Senator Mohamamd Ishaq Dar, Leader of the House, Senator Syed Shibli Faraz, Leader of the Opposition, Senator Saleem Mandviwalla, Chief Whip, Senator Rana Mehmood Ul Hassan, Senator Shahadat Awan, Senator Anusha Rehman, Senator Shahzaib Durrani, Senator Liaqat Tarakai, Senator Samina Mumtaz

Zehri, Senator Atta Ur Rehman, Senator Hidayatullah Khan, Senator Syed Faisal Subzwari and our Secretary is Ex-Officio.

اس میں بھی چیئرمین صاحب کی مشاورت سے چھوٹی موٹی تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ہم انہیں یہ اختیار motionمیں ہی دیتے ہیں کہ اس میں as and when he deems fit دوبارہ recomposeکر سکتے ہیں۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: قائد حزب اختلاف بھی ہیں، ڈاکٹر صاحب میری بات سن لیں، ہر چیز میں politicsنہ لے کر آئیں، یہ چیئرمین سینیٹ نے قائد ایوان صاحب اور قائد حزب اختلاف کے ساتھ بیٹھ کر یہ نام finalکیے ہیں، انہوں نے اپنا اختیار استعمال نہیں کیا۔

Madam Presiding Officer: Thank You, now I put the motion before the House.

(The motion was carried)

Madam Presiding Officer: The motion is carried. Yes Senator Azam Nazeer Tarar Sahib.

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ:Chief Whip, traditionallyاس کمیٹی کے on their own strength he is member of the Committee.

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ اپنے Leader of the Oppositionسے بات کریں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: Doesn't matterآپ ان سے بات کرلیں، کوئی حرف آخر نہیں ہوتا اگر آپ unsatisfied ہیں.this can be discussed جو normal

strength ہے اس پر یہ normally کیا جاتا ہے۔ آپ ان سے discuss کر لیں، اس میں inclusion کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی بالکل۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: کل سب سے وعدہ کیا تھا جو ججز issues ہیں اور اس ایوان کے ممبران کا استحقاق اور کون sovereign ہیں، مقنّنہ executive یا judiciary کے ساتھ کس طرح balance رہے گا۔ یہ کل discussion ہوئی تھی، کل ہم نے آٹھ بجے conclude کیا اور جو باقی party wise members رہ گئے تھے، ان کے حوالے سے آج discussion resume کرنے کا وعدہ تھا۔ ہر پارٹی سے ایک، ایک ممبر بول رہا ہے، سینیٹر سید فیصل علی سبز واری صاحب۔

<u>Further discussion on the Point of Public Importance raised by Senator Muhammad Fesal Vawda regarding rule of law in the country and role of judiciary</u>

<u>Senator Syed Faisal Ali Subzwari</u>

سینیٹر سید فیصل علی سبز واری: شکریہ میڈم! اس سے پہلے کہ میں اپنی گفتگو شروع کروں کل ایک انتہائی ناخوش گوار واقعے کی اطلاع ملی تھی، رؤف حسن صاحب کو جو زدو کوب کیا گیا۔ میں اپنی اور اپنی جماعت کی جانب سے اس کی نہ صرف پرزور مذمت کرتا ہوں بلکہ وزیر قانون نے کہا بھی تھا کہ ان کی inquiry کر کے یہاں ایوان میں بھی بتایا جائے گا۔

(مداخلت)

سینیٹر سید فیصل علی سبز واری: جی جناب! سیاسی لوگوں کے ساتھ اس طرح کا رویہ بہت غیر ضروری ہے، جس نے بھی کیا ہے اور اس کے perpetrators سامنے آنے چاہیں۔ ہمارے دوست فیصل واوڈا صاحب نے کل ایک انتہائی اہم نقطہ اٹھایا۔ یہاں پر جو توہین توہین کا کھیل کھیلا جارہا

ہے ایسا لگتا ہے کہ لوگوں کے لاکھوں ہزاروں ووٹ سے منتخب ہونے والے ایک ایک رکن صوبائی اسمبلی اور ان میں سے درجنوں رکن صوبائی اسمبلی کے ووٹوں سے منتخب ہونے والا ایک سینیٹر، اس کے علاوہ باقی سب کی پاکستان میں عزت ہے۔ ہزاروں لاکھوں ووٹ لے کر منتخب ہونے والا MNA سید مصطفیٰ کمال، ان کے علاوہ باقی سب کی عزت ہے۔ آئین پاکستان صرف میرے انتہائی محترم قابل عزت ججز کی عزت کے حوالے سے گفتگو نہیں کرتا بلکہ وہ عوامی نمائندوں کی عزت کے حوالے سے بھی گفتگو کرتا ہے۔ عوامی نمائندے جب اس بات کا خیال رکھ رہے ہیں کہ جناب وہ موضوع پر گفتگو کریں، وہ اگر تنقید بھی کریں تو کسی فیصلے پر کریں۔ یہ جو television پر remarks کا کھیل صبح سے شام تک چلتا ہے، ہماری عزتیں انفرادی نہیں مشترکہ عزتیں ہیں، ان کی پگڑیاں اچھالی جاتی ہیں۔ اس حوالے سے ہم کسی سے بات نہیں کر سکتے اور اس طرح کا جملہ ہم نے سنا کہ محترم۔۔۔

(اس موقع پر ایوان میں اذان ظہر کی آواز سنائی دی)

سینیٹر سید فیصل علی سبزواری: جزاک اللہ۔ میڈم! میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ ہماری جو انفرادی اور مشترکہ عزتیں ہیں میرے خیال سے کسی بھی ادارے کو یا کسی بھی ادارے میں بیٹھے ہوئے معزز افراد کو بھی حق نہیں ہونا چاہیے کہ آپ ہماری عزتیں اچھالیں۔ پاکستان میں ہم selective justice تو سنتے آئے ہیں، ہوتا آیا ہے اور ہم نے دیکھا بھی ہے، ابھی پچھلے دنوں کی بات ہے، آپ نے دیکھا اور کل ذکر بھی ہوا شہید ذوالفقار علی بھٹو کا جو عدالتی قتل تھا، سپریم کورٹ نے کئی دہائیوں کے بعد اس کو مان لیا، selective justice تو ہوتا تھا مگر contempt میں بھی selective ہماری عدالتیں اور بہت ہی محترم ججز صاحبان رہتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اگر آپ کسی particular political leaning کے ہیں تو آپ کو بالکل کھلی آزادی اور کھلی چھوٹ ہے، آپ جو چاہیں کہہ دیں اور اگر آپ کی political leaning وہ نہیں ہے کہ جو کسی مخصوص نشست پر بیٹھے ہوئے محترم صاحب کی یا ان کے اہل خانہ کی ہے تو پھر آپ کو contempt کا notice آجاتا ہے۔ سلیم کوثر نے کئی دہائیوں پہلے کہا تھا اور ایسا لگتا ہے کہ آج کل کے لیے ہی کہا تھا کہ

تم نے سچ بولنے کی جرأت کی

یہ بھی توہین ہے عدالت کی

میری گزارش یہ ہے اور یقیناً کیوں کہ ہم قانون ساز ادارے میں بیٹھے ہوئے ہیں، ہمارا کام قانون سازی کرنا ہے یقیناً ہم اس پر جائیں گے اور وزیر قانون صاحب بھی ہماری رہنمائی کریں گے کہ اس کے بھی کچھ قواعد و ضوابط طے ہونے چاہییں کہ توہین ہے کیا؟ توہین کس کی ہو سکتی ہے؟ کس کس کی ہو سکتی ہے اور کس طور پر ہو سکتی ہے، اس میں میں سزاوار کس طریقے سے ٹھہرایا جاسکتا ہوں۔ یہ نہیں ہو کہ میں اگر کسی منصب پر بیٹھا ہوا ہوں تو آج میرا mood اچھا نہیں ہے، آج مجھے ناشتہ اچھا نہیں ملا تو میں یہ کہوں کہ نہیں بھائی، فلاں جو بات تھی وہ بہت سخت توہین والی تھی۔ اور میں کہوں کہ نہیں جناب، کسی نے almost میری بہت تضحیک کر دی اور مجھے کسی نے ٹاؤٹ کہہ دیا، مجھے کسی نے کچھ اور کہہ دیا۔ میں کہوں گا کہ جانے دو، وہ دکھتا اچھا ہے۔ اس پاکستان میں یہ جو dichotomy ہے، ہمارے فیصلوں میں، ہمارے remarks میں، ہماری judgements میں، اس کو بالکل اس طریقے سے نہیں ہونا چاہیے۔

میرے دوست فیصل واوڈا صاحب یہاں موجود ہیں جن کے حوالے سے محترم جج صاحب نے کچھ کہا ہے اور جو کچھ انہوں نے کہا ہے یقیناً اس پر ان کے پاس reasons بھی ہوں گی اور وہ reasons بتائی بھی جائیں گی کہ کسی کو بھی کہہ دیا جائے کہ آپ proxy ہیں۔ Opposition benches پر حامد خان صاحب براجمان ہیں، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ان کی کتاب میں ذکر ہے کہ فلاں جج صاحب کے لاہور ہائی کورٹ میں ایک proxy ہوتے تھے اور وہ ان کے behalf پر act کرتے تھے۔ یہ میں نہیں کہہ رہا یہ تو حامد خان نے کہا ہے۔ حامد خان صاحب نے اپنی کتاب میں کہہ دیا کہ اس طرح کے کردار مختلف جگہوں پر مل جاتے ہیں لیکن لکھنے والے ان کے بارے میں تمہید پیش کرتے ہیں، ان کے بارے میں دلائل پیش کرتے ہیں۔ اس معزز ایوان کو جو کہ عوام کا نمائندہ ہے۔

Yes, he is proxy to the people of his constituency. Yes, he is acting on their behalf. Yes, he is elected to act on their behalf. Yet if he is called proxy in a negative manner

تو میرے خیال میں یہ نہ صرف انفرادی بلکہ اجتماعی طور پر ایک سوال بھی ہے بلکہ شاید اس معزز ایوان کے، بھلے وہ ان aisle میں کسی طرف بھی بیٹھے ہوں، ان کی عزتوں پر بھی حرف اٹھتا ہے۔ میں اپنی عدالتوں سے انتہائی احترام کے ساتھ گزارش کروں گا کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔

جو میں selective justice کی بات کر رہا تھا اور جو اس پر فیصلے ہونے چاہیے ہیں اور وہ نہیں ہوتے۔ میڈم! ہم نے یہ دیکھا ایک چیف جسٹس اٹھتے ہیں اور ان کو لگتا ہے کہ جناب one constitution avenue میں third party interest create ہو گیا ہے۔ اس لیے one constitution avenue میں اس third party interest create ہو گیا تھا کیونکہ وہاں انتہائی امیر لوگوں کی جائیدادیں ہیں، بڑے influential لوگوں کی جائیدادیں ہیں۔ ایک چیف جسٹس صاحب اٹھے اور انہوں نے کہا کہ نسلا ٹاور کو گرا دو کیونکہ وہاں امیروں کی جائیدادیں نہیں ہیں۔ یہ کون سا justice ہے، یہ کون سا انصاف ہے، یہ کون سا عدل ہے اور اگر میں اس پر بات کروں تو کہا جائے کہ جناب آپ کا لب و لہجہ توہین آمیز ہو رہا ہے۔ کیا میں لوگوں کے لیے اور ان کے حوالے سے بات نہ کروں۔

میڈم! اس ملک کو ایک آئین کے تحت چلایا جا رہا ہے۔ اس آئین میں آئین سازی اور آئین میں ترمیم کا اختیار اس پارلیمان کے علاوہ کسی اور کے پاس بھی نہیں ہے۔ پھر بھی ہم نے دیکھا کہ چیف جسٹس اور ایک تین رکنی بنچ نے جنرل مشرف کو بھی اختیار دے دیا تھا کہ آپ آئین کو جیسا چاہیں rewrite کر دیں۔ پھر ہم نے سابق چیف جسٹس کے دور میں دیکھا کہ انہوں نے خود ہی آئین کو rewrite کر دیا، پنجاب کے disqualification and voting والے فیصلے میں۔ اور تو اور کیا اس پارلیمان کے اراکین کو یہ آزادی حاصل ہے، اس پر میں وزیر قانون صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ آپ ایک جید وکیل ہیں، کیا ہمیں یہ liberty ہے کہ جو سابق چیف جسٹس صاحب نے کہا کہ اگر کوئی جج غیر شعوری طور پر بھی اگر نیک نیتی سے فیصلہ کر دے اور بعد میں اسے احساس ہو کہ اس نے غلط فیصلہ کیا ہے تو اس کو درست کر لے۔ کیا کمال سادگی ہے۔ What an audacity that was! اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا۔ ایسا کوئی بھی اختیار مجھے اور آپ کو تو حاصل نہیں ہے کہ ہم اگر غیر شعوری طور پر بھی کوئی غلط فیصلہ کر دیں تو شعوری طور پر اس کو بعد میں

درست کر لیں۔ آپ کے اس فیصلے سے پاکستان کی سیاسی تاریخ میں dent آیا ہے۔ جناب! آپ کے اس فیصلے سے پاکستان کے آئین میں آپ کی مداخلت ہوئی ہے

Which is unconstitutional. You never had that particular right.

یہاں selective justice کی میں بات کروں گا۔ بعض دوستوں کو شاید ایسا لگتا ہے نو مئی اور 2018 کی تاریخوں سے پہلے پاکستان exist ہی نہیں کرتا تھا۔ یقین جانیں کہ ابھی تو ہم ہنستے ہیں۔ میری ایک بہن MPA جو ابھی سندھ اسمبلی میں بیٹھی ہیں اور پچھلی حکومت میں ان کی والدہ اسمبلی میں تھیں۔ دونوں کو گرفتار کرکے تھانے لے جا کر جیل میں ڈال دیا تھا۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے، ایسا کسی کے ساتھ بھی نہیں ہونا چاہیے لیکن جناب ہمیں خدا کی قسم کبھی یہ liberty نہیں تھی کہ ہمیں آدھے گھنٹے میں پچاس پچاس کیسوں میں ضمانتیں دیں۔ ہمارا بھی دل چاہتا ہے کہ کاش ہمارے cases بھی پشاور ہائی کورٹ میں یا کسی اور ہائی کورٹ میں لگ جائیں تو ہم بھی وہاں پر لے جائیں گے۔ اس کی وجوہات کی طرف میں اس ایوان کی توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کراچی میں پانی کا سنگین مسئلہ ہے۔ میں نے اور میری پارٹی نے فیصلہ کیا کہ ہم اس کے خلاف وزیر اعلیٰ ہاؤس جا کر مظاہرہ کریں گے۔ نہ کوئی ٹائر جلا، نہ کوئی پتھراؤ ہوا۔ مقدمہ بنائیں انسداد دہشت گردی کا اور ہم ان cases میں ضمانتوں پر ہیں۔ ہماری دفعہ میں کوئی اس طرح سے نہیں تھا۔

لاپتہ افراد اس ملک کا مسئلہ ہیں، لاپتہ افراد کو بازیاب ہونا چاہیے لیکن جناب والا جب میرے محترم سابق MNA صادق عباسی صاحب تیس دن کے بعد خود اپنے منہ سے کہہ رہے ہیں کہ میں تو کہیں گھومنے گیا تھا، وہ واپس آرہے تھے تو اس سے ایک ہفتہ پہلے MQM کے چار کارکنان آٹھ برس لاپتہ رہنے کے بعد واپس آئے۔ کیا اس ملک کی کسی بھی عدالت نے اس حوالے سے *Suo Motu* لیا۔ کیا آپ کی عدالت میں میری petitions نہیں ہیں۔ کیا آپ کے سابق جج صاحبان ان لاپتہ افراد کا کمیشن نہیں چلاتے۔ آج بھی میرے ایک سو تیرہ کارکنان لاپتہ ہیں۔ اس ملک کی کوئی بھی عدالت اس کا نوٹس لینے کو تیار نہیں ہے۔ چلیں ابھی اسلام آباد کی بات ہو رہی ہے، میں تو کہتا ہوں کہ ذوالفقار علی بھٹو شہید کا کیس آپ نے اٹھایا، بہت اچھا کیا۔ MQM کے ان تیس لاپتہ کارکنان کے

حوالے سے اس وقت کے وزیر داخلہ چوہدری شجاعت حسین صاحب نے کہا تھا کہ ان کو مار کر یہاں اسلام آباد میں انہی مارگلہ کی پہاڑیوں میں دفنا دیا گیا ہے۔ آج آپ لیں ناں نوٹس۔

یہ کون سی selective justice ہے۔ فیصل واوڈا کراچی کا ہے، مصطفیٰ کمال کراچی کا ہے تو ان کو contempt of court ہو جائے گا۔ آپ اس طرح کی چیزیں کیوں کر رہے ہیں؟ برائے مہربانی اس ایوان کے پاس آئین سازی کا، قانون سازی کا اختیار ہے۔ اس ایوان کے پاس لوگوں کی نمائندگی کرنے کا اختیار ہے اور ان کا استحقاق ہے۔ اس ایوان کی ارکان کے پاس لوگوں کے لیے بات کرنے کی ذمہ داری ہے اور نشان دہی کرنے کی بھی ہماری ہی ذمہ داری ہے کہ اگر اس آئین اور پارلیمان، which is supreme اس پارلیمان مقنّنہ سے اوپر کوئی ادارہ نہیں ہے۔

Parliament is supreme. If this parliament is supreme then this is our responsibility

کہ کہیں پر کوئی anomaly ہو ، کہیں پر بھی کوئی injustice ہو، کہیں پر بھی کوئی selectiveness ہو تو ہم اس کی نشان دہی کریں۔ برائے مہربانی آپ کی عزتیں ہماری عزتیں ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ آپ کی ہتک ہو اور نہ ہم ایسا کچھ کریں گے لیکن جناب اگر آپ کی جانب سے selective justice ہوگی اور decisions ہوں گے تو پھر لوگ آپ پر سوال اٹھائیں گے جس کی وجہ سے آپ کی اصل ہتک ہوگی۔ برائے مہربانی ایسا نہ کریں۔ میری صرف یہی گزارش ہے۔ بہت شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر : شکریہ سینیٹر صاحب۔ آپ نے بالکل time پر بات کی۔ اب PTI سے سینیٹر محسن صاحب بات کرنا چاہیں گے جو کل بھی تیار تھے۔ آپ کے پارلیمانی لیڈر بیرسٹر صاحب تو موجود نہیں ہیں۔

Senator Mohsin Aziz

سینیٹر محسن عزیز: شکریہ میڈم۔ ویسے تو بات یہ ہے کہ یہاں ہمارے اکیس ممبران ہیں تو ہمارے زیادہ لوگوں کو بات کرنے کی اجازت ملنی چاہیے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر : سینیٹر صاحب ! قطع کلامی معاف۔ تمام پارٹیوں کے ممبران ابھی یہاں موجود ہیں یا نہیں ہیں، ابھی یہاں پارٹی کی strength کے لحاظ سے بولنے کا موقع نہیں دیا جا رہا بلکہ ہر پارٹی سے ایک ممبر بول رہا ہے۔ اگر آپ پر *Suo Motu* ہوا یا آپ نے اس کو بھگتا یا آپ متاثرین میں سے ہیں تو اس صورت میں آپ کو الگ سے حق ملتا ہے۔ لیکن آج ہر پارٹی سے ایک ایک ممبر بول رہا ہے، Leader of the opposition and House اس کے علاوہ ہیں۔ آپ بولیں پلیز۔

سینیٹر محسن عزیز: یہ تو آپ کی مرضی ہے لیکن اگر اجازت مل جاتی تو کوئی اتنی بڑی بات نہیں تھی کیونکہ

we are talking on a very important subject, and we should be given that leverage.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر : یہاں ایک اور پارٹی بھی ہے جس کے اکیس ممبران ہیں۔ ان کے بھی صرف ایک ممبر کو بولنے کا موقع ملا ہے۔ آپ اس بحث میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ برائے مہربانی آپ جو بولنا چاہتے ہیں وہ بولیں۔

سینیٹر محسن عزیز: میں یہ بات اس لئے کر رہا ہوں کہ میرا leader ابھی یہاں موجود نہیں ہے۔ چلیں مجھے نہیں پتہ کہ اس سے وقت کس طرح ضائع ہوتا ہے۔ جب آپ توہین کی بات کرتے ہیں تو میں سب سے پہلے اس ایوان سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ہمارے اعجاز چوہدری صاحب کی نشست کہاں پر ہے۔ ان کے production order ہمارے کئی دفعہ کہنے کے باوجود جاری نہیں کیے گئے۔ وہ کس کی ٹیبل پر پڑے ہیں؟ اس کے متعلق پارلیمان ایسا کیوں نہیں سمجھتی کہ اس کی یہ توقیر ہے، اس کی یہ عزت ہے کہ اس کا ایک سینیٹر آج لاپتہ ہے اور اس پر ہم بات نہیں کرتے، مجھے اس کا بہت افسوس ہے۔

میڈم! میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ میں پچھلے نو سال سے یہاں موجود ہوں۔ چاہے میں پہلے aisle کے اس طرف بیٹھا تھا، اور اس کے بعد قسمت نے اُس طرف بٹھا دیا۔ پھر دوبارہ یہاں پر آگیا۔ ان نو سالوں کے دوران میں نے ہر چند یہ کوشش کی کہ آئین کی بالادستی کی بات کروں۔

یہاں میں نے جو oath لیا ہے اس کا بھی خیال رکھوں۔ میں یہاں آئین کی بات کروں۔ یہاں پر ہمارے وہ صاحبان جو اُس طرف ابھی بیٹھے ہیں اور جب ہم وہاں تھے تو وہ بھی اُس طرف تھے اور وہ منسٹر تھے، ان کے اگر کوئی جائز ناجائز یا کوئی غلط کام جو انہوں نے نہیں بھی کیے ہیں یا کوئی صحیح کام جو انہوں نے کیا ہے جس کو بعد میں ناجائز قرار دیا جارہا ہے تو اس کو defend کرنا میرا کام تھا۔ میں نے ایسا کیا اور خوش اسلوبی سے کیا۔

آج میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ہمارے لیے پارلیمان کی توقیر، عزت اور پارلیمان کی standing کو آئین کے حوالے سے اس کی حفاظت کرنا ہمارے لیے بہت ضروری ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اس کو personal agenda نہ بنایا جائے۔ جب آپ اس کو personal agenda بنا دیتے ہیں تو بات آپ کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ میں آج یہ سوال کروں تو مجھے بتایا جائے کہ یہاں پر جب ہماری پارٹی کو جھنڈا لہرانے کی اجازت نہیں تھی، جلسہ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ باقی تمام لوگوں کو جیل میں ڈال دیا گیا تھا، کس نے آواز اٹھائی، کیوں آواز نہیں اٹھائی گئی۔ آیا یہ unconstitutional تھا یا نہیں تھا؟ اس میں پارلیمنٹ کا role تھا یا نہیں تھا؟ میں یہ سوال آپ سب سے کر رہا ہوں، ہمیں اس کا جواب بھی آنا چاہیے کہ جب بات ہوتی ہے تو ہم یہاں پر personal agendas پر ضرور بات کرتے ہیں اور ہمیں طیش آتا ہے جب پوری پارلیمنٹ کی بات آتی ہے تو ہمیں طیش کیوں نہیں آتا؟ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب غیر اخلاقی، غیر ضروری اور غیر اسلامی قسم کے cases عمران خان صاحب پر بنائے گئے جن کا آج صفایا ہوتا جا رہا ہے، ان شاء اللہ ہو بھی جائے گا۔ ان کو اور ان کی بیگم کو قید کیا گیا، یہاں پر کس نے بات اٹھائی، کیوں نہیں اٹھائی گئی؟ Human rights کی violation ہو رہی ہے، خاص طور پر PTI workers کے ساتھ ہو رہی ہے، یہاں پر اس پر بات کیوں نہیں کی جا رہی، ہم یہاں پر صرف personal agenda کے لیے بیٹھے ہیں۔ میڈم! مجھے یہ بتایا جائے کہ یہ تمام لوگ جانتے ہیں، aisle کے اس طرف بیٹھے ہوئے لوگ جو باضمیر ہیں، میں وثوق سے کہتا ہوں، میرے کئی دوست ہیں، انہوں نے یہ بات کی ہے کہ ہاں، Imran Khan is the most popular leader in this country, you have won the elections. میرے

دوست ہیں، ابھی میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا۔ جب آپ پوچھنا چاہیں گے میں موقع آنے پر بتاؤں گا، انہوں نے کہا ہے کہ میں ستائیسواں Member ہوں، میں elect ہو کر آیا ہوں اور اس نے کہا محسن بھائی مجھے گلے لگ کر مبارک باد دو، ہاتھ ملا کر نہ دو، میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا، یہاں پر یہ بات ہوئی ہے۔

میڈم! جناب خاقان عباسی، جناب مفتاح اسمٰعیل، جناب جاوید لطیف، جناب مشاہد حسین صاحب اور باقی صاحبان جو کہہ رہے ہیں کیا، وہ غلط کہہ رہے ہیں؟ ہم نے یہاں پر ان کے متعلق کیا بات کی؟ اب بات کیوں نہیں کر رہے ہیں؟ ہم صرف اپنی توقیر کی بات کرتے ہیں۔ we should not make this House a House of personal agenda کہ جس کو ہم صرف personal agenda پر لے کر جائیں گے۔ میں یہ بات کرتا ہوں کہ جب آپ وقار کی بات کرتے ہیں، اسی ایوان میں جب ایک resolution 12 Members کی موجودگی میں pass ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ الیکشن کو delay کیا جائے، was it constitutional? Who talked about it? Why wasn't it talked out? Why weren't we allowed to talk about that? Is this the Parliament where we talk? کہ پارلیمنٹ کی توقیر ہے، ہم نے پارلیمنٹ کی عزت کی ہے، ہم نے پارلیمنٹ کی عزت یہ رکھی؟

میڈم! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں جب ایک چیف جسٹس نے الیکشن کی announcement کر دی، اس نے according to the Constitution interpret کیا، اس کو implement نہیں کیا گیا، اس وقت کی حکومت نے implement نہیں کیا تو یہ کس کا قصور ہے؟ آیا جج کی تکریم بھی کوئی چیز نہیں ہے؟ سپریم کورٹ یا کورٹس کس لیے ہوتی ہیں؟ آیا ان کے پاس کوئی فوج ہوتی ہے؟ ان کے پاس کوئی پولیس ہوتی ہے؟ ان کے orders کیسے implement کیے جاتے ہیں؟ وہ order کیوں نہیں implement کیا گیا؟ ہم پارلیمنٹ کی عزت کی ضرور بات کریں گے لیکن تمام institutions کی بشمول فوج، پولیس اور judiciary سب کی عزت ہے اور ہمیں سب کی عزت کا خیال رکھنا چاہیے۔

میڈم! آپ نے خان پر حملہ کروایا، آپ نے ہر چیز کی لیکن وہ جیسے کہتے ہیں کہ "مولا نوں مولا نہ مارے تے مولا نہیں مردا" مولا نوں کوئی نہیں مار سکدا۔ وہ نہیں مرا، وہ ڈرا نہیں، وہ بھاگا نہیں، آج وہ face کر رہا ہے، وہ بیمار نہیں پڑا۔ میں یہ بات کرنا چاہتا ہوں ہمارے ہاں 38 or 32 یونیورسٹیوں کے bills ایک دن میں pass ہوئے اور ان پر بات نہیں کی گئی، کیوں نہیں کی گئی؟ Madam, I am sorry to say, وہ یونیورسٹیاں کوڑیوں کے دام بکیں جو ایک دن میں pass ہوئی تھیں، ان سب کی چھوٹی چھوٹی بولیاں لگیں۔ ہم اس وقت بات کیوں نہیں کرتے؟ ہمیں witch hunting نہیں کرنا چاہیے۔

میڈم! یہاں پر ہمارے ایک ساتھی نے ایک جج کی بات کی، میں یہ پوچھتا ہوں کہ یہاں پر تو بہت ساری conferences ہوئی ہیں، press conferences ہوئی ہیں، واوڈا صاحب نے بھی کی ہے اور Government of Sindh نے بھی کی ہے، عاشق اعوان صاحب نے بھی کی ہے، عون چوہدری صاحب نے بھی کی ہے، میرے خیال سے MQM نے بھی کی ہے اور میرے خیال سے طلال چوہدری صاحب نے بھی کی ہے۔ کسی نے اگر proxy کہا ہے تو وہ کس کے لیے استعمال ہوا ہے؟ یہ کیوں سمجھا گیا ہے کہ ایک آدمی کے اوپر نشانہ لیا گیا ہے۔ میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ یہ affected party تو ہیں، ہم جن پر آج discuss کر رہے ہیں۔ الیکشن کمیشن نے ان کو disqualify کیا تھا، یہ جن جج صاحب کا نام لے رہے ہیں، انہوں نے اس decision کو uphold کیا، سپریم کورٹ میں application گئی، انہوں نے اس کو uphold کیا، آج جو بات ہو رہی ہے یہ کوئی point scoring کی یا اس کو کہتے ہیں personal agendas کا settling of score تو نہیں ہو رہا؟ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے، میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ contempt notice کس نے دیا ہے، میرے دل میں یہ سوال ہے اور اس سوال کا جواب آنا چاہیے کہ ہم جس کے متعلق بات کر رہے ہیں۔ میرے علم کے مطابق اس کو contempt notice نہیں دیا گیا، جتنا مجھے معلوم ہے وہ تو ہمارے مہان قاضی فائز عیسیٰ صاحب نے دیا ہے۔ ان کا نام کیوں چھپایا جا رہا ہے؟ کیوں نہیں لیا جا رہا؟ کون سی مصلحت ہے، کیا بات ہے؟ دیکھیں ہم اپنی عزت کرنا جانتے ہیں، ہمیں اپنی عزت کرنی ہے لیکن ہمیں ایک flow میں بہہ بھی نہیں جانا

چاہیے۔ کوئی missing persons کی بات کر رہا ہے تو آیا آپ کی اور ہماری responsibility نہیں ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ ہم یہ suit tie پہن کر یہاں پر اس لیے آئے ہیں کہ اپنے agenda پر بات کریں؟ Missing persons کسی کی اولاد نہیں ہیں؟ آیا اس پر بات نہیں ہونی چاہیے؟ اگر کسی جج نے اس کے متعلق بات کی ہے تو ہمیں اس کو support کرنا چاہیے، ہمیں ان لوگوں کو دریافت کرنا چاہیے۔ بات یہ ہے کہ اگر آج ایک جج نے Saturday کو کورٹ کھول کر ایک Prime Minister کو جوابدہ بنایا کہ آپ میاں نواز شریف صاحب جو بیمار ہیں، اس وقت بیمار کہلائے گئے تھے، ان کی زندگی کی ضمانت دیتے ہیں؟۔۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ محسن صاحب! آپ wind up کریں اور آپ کے اراکین آپ کی تقریر کے دوران disturbance create کر رہے ہیں۔ سینیٹر زرقا سہروردی تیمور صاحبہ! آپ کے اپنے رکن بول رہے، آپ اس وقت disturbance سے گریز کریں۔

سینیٹر محسن عزیز: میں تقریر ختم کر رہا ہوں۔ میڈم! میں صرف آدھا منٹ اور لوں گا۔ بات یہ ہے کہ انہوں نے جب یہ بات کی کہ وزیراعظم صاحب آپ اس کی ضمانت دیں کہ یہ کل فوت نہیں ہو جائیں گے۔ آیا یہ remarks کسی کو اچھے نہیں لگے، اس وقت تو آپ سب چپ تھے، ان کو انہوں نے جانے دیا۔ آیا یہ بات ایک آدمی نے پارلیمنٹ میں نہیں کی کہ یہ جو میاں نواز شریف اور ان کی جماعتیں ان پانچ سو corrupt آدمیوں کو زندہ جلا دینا چاہیے اور مار دینا چاہیے۔ ہم کہاں سے شروع کریں اور کہاں پر ختم کریں لیکن میں صرف یہ بات کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہم جو بات کر رہے ہیں میرے خیال میں ہم اپنی حدود سے تجاوز کر رہے ہیں۔ آپ جو بات کر رہے ہیں ہم بھی وہی بات کرنا چاہتے ہیں کہ جب ججز کوئی فیصلے دیتے ہیں یا وہ کوئی بات کرتے ہیں، قانون بنانا آپ کا کام ہے اور اسے interpret کرنا ان کا کام ہے، آپ ایسے قوانین بنائیں اگر آپ توہین کی بات کرتے ہیں تو توہین کا ایسا قانون بنائیں، آپ یہاں بیٹھیں اور بتائیں کہ توہین کس کس پر لاگو ہوتی ہے، کس کس پر لاگو نہیں ہوتی۔ .We should all sit down and discuss this اس پر بات کریں، personal scores and personal agendas یہاں پر discuss نہیں ہونے چاہییں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: Good suggestion, thank you سینیٹر صاحب، آپ کا شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں اور personal agenda پر کوئی بات نہیں ہوئی ہے، جس کا استحقاق تھا اور اس کا استحقاق مجروح ہوتا ہے وہاں discussion جائز ہوتی ہے،، براہ مہربانی آپ wind-up کر لیں۔

سینیٹر محسن عزیز: میرا کوئی agenda نہیں ہے، but my agenda is this institution.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ نے بہت اچھی suggestion دے دی ہے، please اب آپ بیٹھ جائیں۔ شکریہ۔ لمبی تقریر ہو گئی ہے۔ جب یہ debate ختم ہو جائے گی، we will give you the floor, آپ کی پارٹی سے ہو گیا ہے، will give you the floor afterwards.

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ تشریف رکھیں۔ سینیٹر طلال چوہدری آپ بات کریں گے؟ سینیٹر صاحب آپ بیٹھیں، انہیں بولنے دیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ House اپنے استحقاق کا، کسی بھی رکن کا جب privilege مجروح ہوتا ہے یا کوئی نوٹس دیا جاتا ہے تو یہ ایوان recognize کرتا ہے کہ اپنے حقوق کے بارے میں بالکل بات کی جائے۔ براہ مہربانی عون عباس صاحب آپ تشریف رکھیں۔ شور کرنے سے کوئی مائیک نہیں ملے گا۔ Please شروع کیجیے۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے آپ سے کہا کہ اس کے بعد ہو گا، طلال چوہدری صاحب آپ بات کریں۔

Senator Muhammad Tallal Badar

سینیٹر محمد طلال بدر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اس کے بعد ہو گا، سب اپنی اپنی باری پر بولیں گے۔ I am sorry.

سینیٹر محمد طلال بدر: بہت شکریہ، میڈم چیئرپرسن۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر زرقا ان کے پانچ signatories تھے تو پانچ بات کر سکتے ہیں۔ جی سینیٹر صاحب۔ آپ لوگ اس بارے میں بعد میں بات کیجیے گا، آپ کی بات ہو گئی ہے۔ سب کو اپنے اپنے وقت پر موقع ملنا ہے بس۔ آپ کے پاس floor ہے آپ براہ مہربانی شروع کیجیے۔ سندھو صاحب آپ تشریف رکھیں۔

سینیٹر محمد طلال بدر: انہوں نے آئین اور قانون کو کیا ماننا ہے، پہلے تو Rules of Business کا جو حلف اٹھایا ہے اسے ہی مان لیں۔ اپنی بات کرنا جانتے ہیں لیکن دوسروں کی سن نہیں سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیونکہ میں توہین عدالت کے معاملے میں receiving end پر رہا ہوں، میں اس سے متاثرہ ہوں، اس میں مجھے سزا دی گئی ہے۔۔۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کے فاضل رکن بول رہے ہیں۔ خان زادہ صاحب آپ اپنے آپ کو ہلکان نہ کریں، آپ کو بعد میں موقع ملے گا۔ میڈم اس بارے میں آپ dictation نہیں دے سکتیں، ہر جماعت نے اپنا اپنا نام دیا ہوا ہے، آپ اپنی بات کریں سینیٹر صاحب۔ حوصلہ کریں اور بات کریں۔

سینیٹر محمد طلال بدر: میڈم میں بات شروع کرتا ہوں تو آپ ان سے بات کرنا شروع کر دیتی ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ میں یہاں تقریر نہیں بلکہ اپنی آپ بیتی سنانا چاہتا ہوں کہ کس طرح پاکستان میں political workers کے ساتھ selective توہین عدالت کے مقدمات لگتے ہیں۔ Equality کا کوئی قانون نہیں اور کس طرح خاص لوگوں اور کارکنان کو اس کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ پاناما کا مقدمہ چل رہا تھا اس کے دوران میں اپنی جماعت کو represent کرنے کے لیے اور عدالت کی کارروائی دیکھنے کے لیے جایا کرتا تھا اور یقیناً وہاں جو بھی بات ہوتی تھی باہر آ کر میڈیا سے بات کرتا تھا۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: I have already said I will give the mic جس نے بھی discussion کے بعد بات کرنی ہے وہ بے شک کریں۔ سینیٹر ذیشان خان زادہ کو میں کہہ چکی ہوں اگر آپ سننا نہیں چاہ رہے تو میں کچھ نہیں کر سکتی۔ میں بار بار کہہ چکی ہوں، یہ partywise debate ہو رہی ہے، only one person is speaking from the affected parties. جی سینیٹر صاحب۔ بلال صاحب پیپلز پارٹی سے بات ہو گئی ہے، آپ بعد میں بات کیجیے گا۔ جو قانون PTI پر لاگو ہو گا آپ پر بھی ہو گا۔

سینیٹر محمد طلال بدر: ہمارے اپوزیشن کے فاضل اراکین سن نہیں رہے تھے، چیئرپرسن صاحبہ میں نے تو یہ کہا ہے کہ میں یہاں کوئی تقریر کرنے نہیں کھڑا ہوا ہوں، میں اپنی آپ بیتی اس ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کہ ایک سیاسی کارکن کے طور پر میرے ساتھ کیا ہوا۔ میں ایک law graduate ہوں، middle class سے ایک سیاسی کارکن ہوں، کس طرح مجھے اسی توہین عدالت کے قانون کا نشانہ بنایا گیا صرف اس لیے کہ میں اس وقت کے حالات میں اپنی leadership کے ساتھ اور ایک نظریہ پر کھڑا تھا۔ جب پاناما کا مقدمہ شروع ہوا تو عدالتی کارروائی دیکھنے میں وہاں جایا کرتا تھا اور اپنی جماعت کی نمائندگی بھی کرتا تھا۔ عدالتی کارروائی کے بعد یقیناً میڈیا کے ساتھ باہر سوال و جواب ہوتے تھے۔ ہم اپنی بات کرتے تھے اور اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے۔ اس وقت میرے توہین عدالت کے نوٹس سے کوئی چھ ماہ پہلے اسی بنچ کے ایک محترم رکن جج جناب اعجاز الاحسن صاحب نے کہا کہ ہم پہلے وزیراعظم کو sort out کر لیں اس کے بعد یہ جو باہر جا کر بات کرتے ہیں ان کو بھی sort out کریں گے۔ یہ آغاز ہے اور اس کے بعد مجھے نوٹس ہوا۔ میں وہ پوری case file اس ایوان کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ کس بات پر میرے خلاف نوٹس لیا گیا کہ میں نے ایک جلسہ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے کہ ان PCO کے ججوں کو نکالو، یہ انصاف نہیں دیں گے اور بڑے زور سے کہا "PCO کے جج"، کسی lawful جج کا نام یا کسی lawful جج کی میں نے بات نہیں کی لیکن جن لوگوں نے PCO کے تحت حلف اور مشرف کے منت ترلے کیے جس میں کھوسہ صاحب بھی شامل تھے، ثاقب نثار بھی شامل تھا، انہوں نے PCO کے تحت حلف اٹھائے تھے انہیں ہی درد محسوس ہوا اور مجھے توہین عدالت کا نوٹس ملا۔

اس توہین عدالت کے نوٹس میں پورے پاکستان میں کوئی وکیل، جن میں بڑے بڑے نام شامل ہیں اور آج وہ جج ہیں، میرا وکیل بننے کو کوئی تیار نہیں تھا۔ وہ کہتے تھے کہ آپ کے case میں کچھ نہیں ہے، توہین عدالت تو بنتی نہیں ہے لیکن ہم عدالت کو ناراض نہیں کر سکتے کیونکہ ان کا آپ کے بارے میں mood خراب ہے۔ اس میں ان کے میں نام نہیں لینا چاہتا جو آج جج ہیں اور اس صورت حال میں ہماری قیادت نے عاصمہ جہانگیر صاحبہ سے بات کی۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیس لڑیں گی لیکن اس سے پہلے ہی اسی conversation میں جس کے گواہ اعظم نذیر تارڑ صاحب بھی ہیں، عاصمہ جہانگیر صاحبہ وفات پا گئیں۔ اس کے بعد بھی دو تاریخوں پر مجھے کوئی وکیل نہیں ملا، میں احسان مند ہوں کامران مرتضیٰ صاحب کا جو ہمارے ایوان کے رکن بھی ہیں، پورے پاکستان میں مجھے کوئی وکیل نہیں ملا تو انہوں نے کہا کہ چلو میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوتا ہوں۔

جناب والا! آپ یہ دیکھ لیں کہ میرے جیسے کے لیے کوئی معافی نہیں تھی۔ پوری دنیا میں توہین عدالت کا قانون ہے جس میں scandalize کرنا ہے، ridicule کرنا ہے۔ یہ مہذب دنیا میں ختم ہو چکا ہے۔ یہ والی side مہذب ہی ہے۔ دنیا میں یہ ختم ہو چکا ہے لیکن آج بھی ہم 19th Century کے سارے ہتھکنڈے صرف اس لیے استعمال کرتے ہیں کہ لوگ اپنی بات نہ کہہ سکیں۔ مجھے بتا دیجیے یہاں پر بہت سارے وکلاء اور opposition سے بھی موجود ہیں کیا یہ قانون ختم نہیں ہو چکا، کس مہذب دنیا میں عدالت آج بھی scandalize کرتی ہے۔ آج بھی توہین عدالت سے اراکین اسمبلی نہیں کسی عام آدمی کو بھی وہ notice نہیں کرتے اور یہاں پر چن چن کر notice بھیجے جاتے ہیں۔

میرا نہیں خیال کہ توہین عدالت میں میرے جیسے کسی سیاسی کارکن کو سزا دینے سے عدالت کا کوئی وقار بلند ہو گا، یہ جو آئین بنانے والوں کو سزا دیں گے تو وقار بلند نہیں ہو گا۔ آئین توڑنے والوں کو سزا دیں۔ فیصل واوڈا صاحب سے میں تو talking terms پر بھی نہیں تھا میرا ان سے اتنا شدید اختلاف ہے۔ میری اس side پر بھی بہت سے فاضل رکن موجود ہیں اور ان کے وہ لوگ بھی جن میں روف حسن صاحب اور باقی شامل ہیں انہوں نے recently گفتگو کی ہے۔ وہ

توہین عدالت کے زمرے میں زیادہ آتی ہے لیکن میں سیاسی کارکن کے طور پر ایسا بزدل نہیں ہوں کہ اپنے مخالفوں کو کہوں کہ technicalities کے پیچھے چھپا کر نااہل کیا جائے۔

سیاست کا مقابلہ سیاسی میدان میں ہونا چاہیے اور یہ کہتے ہیں کہ جی personal agenda پر بات ہو رہی ہے۔ کیا personal agenda ہے؟ یہ جو پارلیمنٹ ہے، جسے کہتے ہیں کہ یہ mother of institutions ہے، اس کی توہین کب نہیں ہوئی؟ ہمیشہ restraint کا مظاہرہ کیا ہے اس پارلیمنٹ نے، اس کے وزیراعظم کو لٹکا دیا جائے، اس کے وزیراعظم کو، اتنی جلدی کسی municipal committee کے clerk کو نہیں نکالا جاتا جس طرح ہمارے وزیراعظم کو تاحیات نااہل کر دیا جاتا ہے۔ اس پارلیمنٹ نے restraint کا مظاہرہ کیا، کوشش کی کہ اداروں کے درمیان ایسا تصادم نہ پیدا ہو اور موجودہ حالات میں تو بلکل بھی نہیں ہونا چاہیے۔ جب یہ صورتحال ہو تو ملک میں لگتا ہے کہ ادارے آمنے سامنے ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! میری گزارش یہی ہے کہ جو اصول درگزر کا ہے، magnanimity کا ہے، restraint کا ہے عدالت کو اس کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے اور میرا نہیں خیال کہ اس طرح کے notice سے کوئی عدالتی وقار میں اضافہ ہو گا اور اگر پھر ہم بات ہی کرنے نکلے۔ ابھی کہا گیا ہے کہ یہ personal agenda پر بات ہو رہی ہے۔ کچھ دیر پہلے ہی ایک لیڈر عدالت میں پیش ہوتا تھا، وقت صبح 9 بجے کا ہوتا تھا اور وہ شام 9 بجے آتے تھے اور در و دیوار ہلا دیتے تھے۔ اسلام آباد کا جو Judicial complex ہے اس کی کوئی کھڑکی دروازہ نہیں بچا تھا لیکن توہین عدالت نہیں ہوئی تھی۔ اسلام آباد تشریف لائے Supreme Court کے حکم پر تشریف لائے اور پورے اسلام آباد کا کوئی درخت کوئی چیز نہیں بچی، آگ لگا دی گئی، توہین عدالت آج بھی ادھر ہی پڑی ہے۔

میں نہیں چاہوں گا کہ توہین عدالت پر سزا ہو لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ چن چن کر، notices دیے جائیں۔ میری یہی گزارش ہو گی کہ اس پوری صورتحال میں عدالت اپنا وقار اپنے فیصلوں سے بلند کرے۔ عدالت اپنا وقار اس conduct سے، وہ اصول، وہ قانون جن پر پوری دنیا میں لوگ کسی بھی قسم کا کوئی notice نہیں دیتے، اس کا سہارا لینے کی بجائے اپنی عدالتی

کارکردگی سے اپنا وقار بہتر کریں اور میں دوبارہ ایک دفعہ یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر آپ Sicilian Mafia, اگر آپ، proxy, god father اس طرح کے الفاظ کہیں گے تو میرا خیال ہے اس پر تو آپ خود ہی غور کرلیں کہ اس طرح کے الفاظ کون برداشت کرے گا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر! جب یہ case چل رہا تھا یہ بھی ایک تاریخی بات ہے، case چل رہا تھا تو ثاقب نثار صاحب نے مجھے یہ message بجھوایا کہ اگر تم نواز شریف اور مریم نواز کے خلاف بیان دو گے، جو stage پر بیٹھے ہوئے ہیں، تو پارلیمنٹ میں جاؤ گے نہیں تو تم جیل جاؤ گے اور یہ بات میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کی کسی قسم کی تحقیق جب بھی چاہیں کر لی جائے اور اس کے بعد ایک اور بات، اس کے گواہ بھی اعظم نذیر تارڑ صاحب اور کامران مرتضیٰ صاحب ہیں۔ میری review petition لگی ہوئی تھی اسی دن General Bajwa کو extension دینے کا case لگا ہوا تھا۔ میرے جیسے سیاسی کارکن کو معافی نہیں ملی لیکن General Bajwa کو extension مل گئی تھی اس دن اسی عدالت کے اندر۔ یہ same day and date کی کہانی ہے عدالت کا وقار میرے جیسے اراکین پارلیمنٹ کو توہین عدالت کا notice دینے سے بلند ہو گا؟ نہیں!

آپ کو اپنی کارکردگی number 140 سے number 40 پر لے جانا پڑے گی۔ ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہیں، ہم کسی ایسی لڑائی کا حصہ نہیں بننا چاہتے اور نہ ہی لڑنا چاہتے ہیں کہ یہاں لگے کہ Parliament vs. Judiciary ہے۔ ہم آپ کے رکھوالے ہیں آپ نااہل بھی کریں تو ہم نے آپ کی نااہلیاں۔۔۔آپ نے پھانسی کے پھندوں سے بھی جھولا ہے تو سیاست دان جھک کر جھول گئے ہیں لیکن آپ کی عزت پر فرق نہیں آنے دیا لیکن بس کریں۔ اس کام کو روکیں ادھر ہی اور میں دوبارہ ایک دفعہ یہ بات دہرادوں کہ Chief Justice صاحب آپ پسندیدہ ترین Chief Justice ہیں پاکستان کے۔ آپ نے تو خود زیادتیاں برداشت کی ہیں، آپ restraint, magnanimity اور درگزر کا اصول اپنائیں۔ میں ان ہی الفاظ کے ساتھ ختم کرنا چاہوں گا لیکن اگر دوبارہ بولنے کی دوبارہ ضرورت پڑی تو ضرور بولیں گے۔

میں چپ رہا تو مار دے گا مجھے میرا ضمیر

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر کامران مرتضیٰ آپ JUIکی طرف سے بولیے گا۔ This is the last speechپھرLaw Ministerآپ اس issueکو wind upکریں گے۔ اس کے بعد دوسرے mattersپر بات کرلیں گے۔ آپ کر لیجیے گا اس کے بعد۔ جی آپ نے بولنا ہے؟ یہ wind upہو جائے تو اس کے بعد۔ آپ کا استحقاق ہے کہ آپ کریں اس کے بعد۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے ابھی floorان کو دیا ہوا ہے آپ تشریف رکھیں۔ تشریف رکھیں آپ کو floorبعد میں دے دیں گے۔ جی جی آپ کو اس کے بعد دے دیں گے۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ تشریف رکھیں، موقع سب کو ملے گا۔ پہلے ایک ایک Partyکاmemberبول رہا ہے سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب۔

Senator Kamran Murtaza

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میڈم چیئرپرسن! آپ کا شکریہ۔ سب سے پہلے تو میں آپ کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں کہ آپ Chairکر رہی ہیں۔ جب بھی کوئی خاتون Chairکرتی ہے تو ہمیں اس بات سے زیادہ خوشی ہوتی ہے۔ اللہ کرے کہ چیئرمین صاحب کی جگہ پر چیئرپرسن صاحبہ ہو اور ہم وہ نظام چلا رہے ہوں۔ بلکہ اللہ یہ بھی کرے کہ کوئی خاتون اس ملک کی وزیر اعظم یا صدر ہو۔ یہ JUIکی طرف سے آپ کے لیے messageہے۔

میڈم چیئرپرسن! جب کوئی بات ہوگی اس ایوان کی توقیر کی یا ایوان کے ممبرز کی توقیر کی تو ہم یقیناً ساتھ ہوں گے۔ ایوان کے ساتھ بھی کھڑے ہوں گے اور ایوان کے ممبرز کی توقیر کے لیے ان کے ساتھ بھی کھڑے ہوں گے۔ مگر جس طرح یہ اجلاس بلایا گیا اس میں میرے جیسے ان پڑھ آدمی کو یہ تاثر ملتا ہے کہ اس اجلاس کو بلانے کا مقصد بظاہر صرف ایک ہی ہے۔ وہ مقصد کئی ہفتوں سے مسلسل نظر آ رہا ہے۔ کچھ ججز آج بھی نشانے پر ہیں۔ گو کہ کچھ ججز کل بھی نشانے پر تھے مگر کچھ ججز آج بھی نشانے پر ہیں۔ ان میں ایک سپریم کورٹ کے جج ہیں۔ کچھ اسلام آبادہائی کورٹ کے ججز ہیں۔

وہ آج بھی نشانے پر ہیں۔ کم سوچنے والوں کو پتا چلتا ہے کہ ان کو کیوں نشانے پر رکھا گیا ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ کوئی فیصلہ منشا کے مطابق نہ آئے یا کوئی remarks منشا کے مطابق نہ آئیں تو پھر ان کو ٹارگٹ کر لیا جاتا ہے۔ یہ آج نہیں کیا جاتا یہ اس معاشرے کا رواج ہے۔ یہ کل بھی کیا جاتا تھا اور یہ آج بھی کیا جاتا ہے۔ کل میرے بھائی طلال چوہدری اس کے نشانے پر تھے آج کوئی اور نشانے پر ہوگا۔ تو ہم نے ہر طرح سے اس معاملے کو بھگتا ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اجلاس تو بلوایا جائے جب کوئی اور business موجود نہ ہو اور باقی چیزوں، وقفہ سوالات وغیرہ کو بھی ختم کر دیں اور صرف اس بات پر لے کر چلیں کہ اگر ہمارے کسی ساتھی یا دوست کو کوئی نوٹس issue ہو گیا ہے اور معاملہ باوجود اس کے کہ sub-judice ہے۔ ہم اس پر debate کرنا شروع کر دیں۔ اس طرح سے debate کریں کہ جس میں ایک ادارے کو یہ احساس دلایا جائے کہ یہ ادارہ ہم سے کمتر ہے۔ یقیناً پارلیمان ہر چیز کی ماں ہے۔ Sovereign تو کہنا نہیں چاہیے کیونکہ sovereign تو نہیں ہے۔ شاید کتاب کی حد تک تو sovereign بھی ہے۔ اگر ہم اس کو sovereign کہیں تو پھر حقیقت میں تضاد آ جائے گا۔ لگتا یہی ہے کہ اس وقت کچھ ججز کو نشانے پر رکھا گیا ہے۔ حکومت میں بیٹھے ہوئے یہ ہمارے دوست ہیں۔ ہم نے ان کے ساتھ مل کر تحریک بھی چلائی۔ ہم ان کے ساتھ حکومت میں بھی شریک رہے۔ کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ اداروں کے کچھ افراد حکومتی بینچوں پر بیٹھے ہوئے ہوں اور وہ اس طرح سے تنقید کریں یا وہ ججز کو اس طرح نشانے پر رکھیں کہ جس سے یہ تاثر پیدا ہو۔ کسی دوست نے کہا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ اس proxy کو آگے لے کر چلیں۔ میں عام آدمی کے طور پر آپ کو یقین سے یہ کہتا ہوں کہ لگتا بظاہر یہی ہے کہ ایک proxy ججز کے خلاف شروع ہوئی ہے اس کو لے کر چلنے میں شاید ہم بھی شریک ہوں۔ ممکن ہے کہ میری بات غلط ہو۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: گزارش ہے کہ کسی فاضل سینیٹر کے بارے میں یہ لفظ آپ استعمال نہ کریں۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میں نے کسی کا نام نہیں لیا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں بالکل ان کا احترام کرتا ہوں مگر اس احترام کے ساتھ ساتھ ایک matter جب sub-judice ہو جائے گا اور کسی ادارے کی بات آئے گی تو اس کا بھی ہم کو اتنا ہی احترام کرنا چاہیے۔ اس

میں بھی ہمیں دستور کو مد نظر رکھ لینا چاہیے کہ ہم کو یہ بات کرنی چاہیے تھی یا نہیں۔ کیا اجلاس کا مقصد expressly or impliedly یہ نظر آنا چاہیے تھا کہ اس طرح ہم کسی کو خدانخواستہ، میری بات غلط ہو گی بالکل غلط ہو گی اور آپ اس کو شدت کے ساتھ غلط کہہ دیں مگر بظاہر عام آدمی شاید یہی سوچ رہا ہے۔ ہمارا ہاتھ لوگوں کی نبض پر ہوتا ہے۔ ہمارا ہاتھ جب لوگوں کی نبض پر ہوتا ہے تو فرض کریں کہ ہم یہاں پر بیٹھے ہوئے ایوان بالا کے لوگ اگر کسی طرح خدانخواستہ اس پر question کریں گے تو پھر ایک عام آدمی سے آپ کیا توقع رکھیں گے۔

میڈم چیئرپرسن! کل میں یہاں پر بیٹھا ہوا تھا تو امام ابو حنیفہ کی بات ہوئی۔ میں ان کا follower ہوں۔ تو ظاہر ہے میں ان کی بھی بہت عزت کرتا ہوں۔ میں اس دوست کی بھی بہت عزت اور احترام کرتا ہوں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کی بات کی تھی۔ امام ابو حنیفہ کی بات تو کر لی مگر کیا ہم نے اس وقت کی حکومتوں کی بات کی۔ امام ابو حنیفہ کے ساتھ انہوں نے جو کچھ کیا تھا۔ کیا آج ہم اسی طرح ان حکومتوں کی پیروی نہیں کر رہے ہیں۔ جب بظاہر یہ نظر نہیں آ رہا ہے۔ میرے ذہن میں یہ سوال آتا ہے۔ غلط ہو گا۔ میرے جیسا آدمی کم سوچتا ہے۔ میرے ذہن میں یہ سوال آیا تھا کہ کیا ہم ان حکومتوں کی پیروی نہیں کر رہے ہیں۔ چلیں امام ابو حنیفہ کی کوئی پیروی کر رہا ہو گا یا نہیں کر رہا ہو گا۔ مگر ہم جب حکومت میں بیٹھتے ہیں تو ہم اسی روش کو لے کر چل رہے ہیں جیسے عام مسلمان حکومتوں نے اسی طرح کیا اور اسی طرح آج بھی ہم ان کی پیروی کر رہے ہیں۔

میڈم چیئرپرسن! عدلیہ کا کردار تو ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ جب بھی کوئی فیصلہ ہوتا ہے۔ ہر کیس میں کم از کم دو فریق تو ہوتے ہیں۔ جب بھی فیصلہ ہوتا ہے تو دو فریقوں میں ایک فریق تو ناراض نکلتا ہے۔ ہمارے ہاں رواج یہ ہے کہ وہ ایک فریق اس کو تنقید کا نشانہ بناتا ہے اور تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے شاید ہم اپنی حدود سے باہر نکل جاتے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا جب ایک نوٹس issue ہو گیا۔ میں نوٹس کا حامی نہیں ہوں۔ میں contempt of law کا بھی حامی نہیں ہوں۔ مگر فرض کیجیے کہ اس وقت ایک prevailing law کے تحت، ہم نے اس law کو آج تک undo نہیں کیا۔ ایک prevailing law کے تحت ایک نوٹس issue ہو گیا۔ Matter sub-judice ہو گیا۔ آج ہاؤس میں دوسرا دن چل رہا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ ایک دو دن کے بعد یہ House

prorogue بھی ہو جائے گا۔ کیا ہمیں ایسا کرنا چاہیے تھا کہ ہم سارا وقت اسی معاملے پر گزار دیتے۔ جن جن issues پر بات ہوئی ہے۔ جو جو جج نشانہ بنے ہیں۔ ان میں محسن اختر کیانی، بابر ستار اور اطہر من اللہ بھی ہیں۔ محسن اختر کیانی نے کیا کیا ہے۔ اس کا گناہ پہلے دیکھ لیتے ہیں۔ اس کا گناہ یہ ہے کہ اس نے missing persons کا معاملہ اٹھایا تھا۔ میرے صوبے میں سب سے بڑا issue یہی ہے۔ ہم میں سے تو کسی کو یہ ہمت نہیں ہوئی۔ میں اپنے ججوں کی بات کر رہا ہوں۔ دس دس، پندرہ پندرہ اور بیس بیس سالوں سے یہ issue چل رہا ہے اور ہم میں سے کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ ہم اس معاملے پر بات کریں۔ آج بھی ان کی مائیں، بہنیں، بچیاں اور بچے ان کے لیے رل گئے ہیں مگر ہم نے اس کو ہاتھ نہیں لگایا۔ تو محسن اختر کیانی اس لیے خراب ہوگیا۔ ٹھیک ہے کہ اس کی language اچھی نہیں ہوگی۔ میں خود کہتا ہوں کہ جج کو جو کچھ کرنا چاہیے وہ قلم سے کرنا چاہیے۔ وہ زبان استعمال نہیں کرنی چاہیے یا ہم سے بہتر زبان استعمال کرنی چاہیے۔ تو بہتر زبان کے استعمال نہ کرنے پر کیا House کے دو دن اس معاملے پر لگائے جا سکتے ہیں۔ بابر ستار صاحب کا کیا issue ہے؟ بابر ستار کا بھی آپ کو پتا ہے کہ ان کا معاملہ کہاں پر relate ہوتا ہے۔ درست ہوگا یا غلط ہوگا۔ آپ اس فیصلے سے اتفاق کریں یا نہ کریں مگر اس طرح نہ کریں کہ ججوں کو آپ رل دیں۔ ججوں کی بے عزتی کی جائے۔ یہ ہمارا حق نہیں ہے۔ اطہر من اللہ صاحب کو لے لیں۔ اطہر من اللہ نے کیا کیا تھا؟ میں ان باتوں کو دہراتا نہیں۔ اس گناہ پر ان کو بھی target کیا ہوا ہے۔ اس طرح نہ کریں۔ کل اگر ہم طلال چوہدری صاحب کے ساتھ کھڑے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ طلال چوہدری صاحب کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ ممکن ہے ہم آج بھی یہ سمجھیں کہ زیادتی ہو رہی ہے مگر یہ اس سے بھی بڑی زیادتی ہے کہ یہ معاملہ جب sub-judice ہوگیا ہے۔ اس کو House میں لا کر اس پر مسلسل debate کی جائے اور ان کو بتایا جائے کہ آپ نے فلاں سال یہ کیا تھا اور فلاں سال یہ کیا تھا۔ اگر ہم نے ماضی کے اوراق کھولنے ہیں تو شاید اس پارلیمنٹ میں، کسی نے کہا کہ ہم نے کل ان کی توقیر کی تھی اور آج بھی توقیر کر رہے ہیں۔ جس وقت بھی اس پارلیمنٹ پر ہاتھ ڈالا جاتا۔ وزیر اعظم صاحب کی بات کی گئی ہے کہ جن کو نااہل کیا گیا۔ ایک وزیر اعظم صاحب کی بات کی گئی ہے جن کو پھانسی دے دی گئی۔ تو کل اگر ہم بطور پارلیمان ان کے ساتھ کھڑے ہوتے تو اس کے بعد شاید وہ

واقعات بھی پیش نہ آتے۔ کمزوری اگر وہاں پر تھی یا ہے تو کمزوری یہاں پر بھی ہے۔ خدا کے واسطے! اتنے بڑے ادارے کو اس طرح سے رسوا نہ کیجیے یا اتنے بڑے ادارے کے ممبرز کو اس طرح سے خراب نہ کیجیے اور وہ بھی treasury کی جانب سے۔ خدانخواستہ، جو آپ کے الٹے ہاتھ پر بیٹھے ہوئے لوگ ہیں، اگر وہ اس طرح کی بات کر دیں، ہم اپوزیشن میں بیٹھے لوگ اس طرح کی بات کر دیں تو شاید digest ہو جائے حالانکہ وہ بھی قابل فخر بات نہیں ہو گی مگر وہ بات پھر بھی شاید سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھے لوگ ہیں۔ اگر treasury کی طرف سے یہ بات ہو تو یہ غیر مناسب ہو جاتی ہے۔ ہم اپنی کمتر آواز آپ تک پہنچا رہے ہیں۔ اس سے بھی بڑے issues موجود ہیں۔ پورا بلوچستان اس وقت جل رہا ہے۔ وہاں امن و امان کی صورتحال انتہائی خراب ہے۔ ہم motion لاتے ہیں، آپ reject کر دیتے ہیں۔ میں چیئرپرسن اور چیئرمین کی بات کر رہا ہوں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وہ motion بالکل آنا چاہیے اور آئے گا۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: ہم بہت سارے issues لاتے ہیں، Police versus other institution لیکن اسے reject کر دیا جاتا ہے کہ admissible نہیں ہے۔ اس سے بڑے issues موجود ہیں۔ ان بڑے issues کو debate کرنے کی بجائے چھوٹے issues کو اہمیت دی جاتی ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اب چھوٹا بڑا issue میرے اور آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ اگر کسی کا استحقاق مجروح ہوتا ہے تو اس ہاؤس کی کمیٹیاں اسی مقصد کے لیے ہیں۔ آپ بھی مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ *suo motu* کی تلوار کا معاملہ پہلے بھی اس ہاؤس میں زیر بحث آ چکا ہے۔

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میڈم! آپ بھی حکومتوں میں رہ چکی ہیں، آپ بھگت بھی چکی ہیں، بہت سارے دوست حکومتوں میں رہ چکے ہیں، وہ اس وقت آرٹیکل (2)185 کو amend کر دیتے تو شاید بہت سارے معاملات ٹھیک ہو جاتے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب! شکریہ، میں نئی بحث شروع نہیں کرنا چاہتی، آپ کا بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ سینیٹر ناصر عباس صاحب! اب briefly جتنا کر سکتے ہیں کریں

کیونکہ اب یہ والا wind up کرنا ہے۔ دوسرے ممبران نے بات کرنی ہے، پھر انہیں ضرور موقع دیا جائے گا۔

Senator Raja Nasir Abbas

سینیٹر راجہ ناصر عباس: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میڈم! آپ کا شکریہ۔ میں یہاں پر بالکل نیا ہوں۔ اس سے پہلے کبھی سینیٹ میں نہیں رہا، نہ کسی پارلیمنٹ میں رہا۔ یہاں جتنے بھی اراکین موجود ہیں، سب میرے seniors ہیں اور سب مجھ سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ میں کوشش کروں گا کہ سیکھوں اور یہ بھی کہ جو حلف اٹھایا ہے، اس کے مطابق بات کروں۔ کبھی اگر میری طرف سے زیادتی ہوتی ہے تو اس کو میں زیادتی کہوں گا اور کبھی نہیں کہوں گا کہ جو میں کہہ رہا ہوں، وہ حق اور سچ ہے اور جو میرے مقابلے میں صحیح کہہ رہا ہے، وہ غلط ہے۔ ان شاء اللہ، میں سیکھوں گا، یہاں بڑے senior دوست بیٹھے ہوئے ہیں اور کوشش کروں گا کہ پاکستان کے مظلوم عوام کا ایک نمائندہ بن کر رہوں اور ان کے حقوق کی جنگ لڑوں اور ان کے لیے جہاں تک سینیٹ میں کام ہو سکتا ہے، ان شاء اللہ، سب کے ساتھ مل کر کام کروں۔

کل رؤف حسن صاحب کے ساتھ جو واقعہ ہوا، قابل مذمت ہے۔ میرے خیال میں اس ایوان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے اس کی مذمت نہ کی ہو۔ اس کے بارے میں تحقیقات ہونی چاہییں اور ان کا باقاعدہ مواخذہ ہونا چاہیے جنہوں نے یہ کام کیا ہے۔ دوسرا، سید فرہاد احمد ایک شاعر ہے، ایک صحافی ہے۔ وہ ایک غریب آدمی ہے۔ اس کا ڈھوک حسو میں پانچ مرلے کا کرایے کا گھر ہے۔ کوئی مالدار آدمی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بینک بیلنس رکھتا ہے۔ وہ missing ہو گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک ظلم ہوا ہے اور اس ایوان کو اس حوالے سے آواز اٹھانی چاہیے تاکہ اس غریب آدمی کے جو بیوی بچے ہیں، وہ یہ سمجھیں کہ اس وطن پاکستان کے اندر ہمارے حق میں بولنے والے موجود ہیں اور ہمارے حقوق کی جنگ لڑنے والے موجود ہیں اور وہ ہمیں انصاف دلوائیں گے۔ لہٰذا، یہ واقعہ بھی قابل مذمت ہے۔

میرے خیال میں کسی بھی شخص کو missing کرنا ایک مہذب ملک کے اندر قابل برداشت نہیں ہے۔ نہ اس کی قانون اجازت دیتا ہے، نہ آئین دیتا ہے، نہ دین اجازت دیتا ہے اور نہ

انسانی values اور اقدار اجازت دیتی ہیں کہ آپ لوگوں کو اٹھائیں اور انہیں missing کریں۔ میں ایسے دوستوں کو اور لوگوں کو جانتا ہوں جو سات سات، آٹھ آٹھ سال سے missing ہیں۔ جب وہ missing ہوئے تھے تو اس وقت کے DG (C) ان کے گھر والوں کو کہتے تھے کہ ایک ہفتے میں آ جائے گا، دو ہفتے میں آ جائے گا۔ ایک ہفتہ، دو ہفتے، چار ہفتے اب کئی سالوں میں بدل گئے ہیں، ان کے جو بچے چوتھی کلاس میں پڑھتے، وہ میٹرک کر چکے ہیں جبکہ ان کی مائیں انتظار کرتے کرتے مر چکی ہیں۔ للہذا، یہ missing persons کا مسئلہ انتہائی ظلم ہے۔

اس ہال کے اندر میں نے جو کل سے سنا ہے، ہر ایک کو تشنۂ عدالت پایا ہے۔ عدل نہیں ہے، انصاف نہیں ہے، ظلم ہو رہا ہے، زیادتی ہو رہی ہے، لاقانونیت ہو رہی ہے، حق پامال کیا جا رہا ہے۔ اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں تھا۔ یہ زیادتی کسی کے ساتھ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ ہمارے دشمن کے ساتھ بھی نہیں ہونی چاہیے۔ کسی کا بھی حق پامال نہیں ہونا چاہیے۔ ہمارے دشمن کا بھی حق پامال نہیں ہونا چاہیے۔ ہم اس نقطے پر آ جائیں کہ عدل و انصاف rule of law کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے اور rule of law نہیں ہوگا تو عدل و انصاف کبھی نہیں ہو سکتا۔ آئیں rule of law کی طرف چلیں۔ اس ملک کو قانون کی عملداری دیں، آئین کی سربلندی اور حکمرانی دیں۔ اگر آئین پر عمل ہو، قانون پر عمل ہو، یہ جو ہم اپنے دکھ درد لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، ان کا موقع ہی نہیں آئے گا کیونکہ ہم اپنی عوام کے ترجمان بنیں گے۔ ایک بزرگ دوست نے کہا کہ ہم یہاں 25 کروڑ عوام کے نمائندے موجود ہیں۔ جس حال سے ہمارے پاکستان کے عوام گزر رہے ہیں، جس مہنگائی کا سامنا کر رہے ہیں، بجلی کے بل دیکھ لیں، آپ سب معاشرے میں رہتے ہیں، میں بھی معاشرے میں رہتا ہوں، بے روزگاری کو دیکھ لیں، مشکلات کو دیکھ لیں، ان کے لیے تعلیمی سہولتیں نہیں ہیں، صحت کی سہولتیں نہیں ہیں، ہمارا غریب طبقہ مہنگائی کی چکی میں پِس رہا ہے، مڈل کلاس کے لوگ نیچے گر رہے ہیں، ہر طرف فقر بڑھ رہا ہے۔ حضرت علی کا قول ہے (عربی) بعض اوقات غربت اور فقر انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ سماجی اور اخلاقی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں چاہیے کہ ہم عدل سب کے لیے مانگیں، انصاف سب کے لیے مانگیں، صرف اپنے لیے نہیں۔

پاکستان میں حالیہ دنوں میں، پہلے بھی اور ابھی بھی، دس بارہ ہزار جو میں نے سنا ہے، سیاسی قیدی ہیں، خواتین قیدی ہیں۔ ڈاکٹر یاسمین راشد صاحبہ سے میں آج تک نہیں ملا ہوں لیکن میں نے انہیں دیکھا ہے، پڑھا ہے، سنا ہے، ایک معزز اور پڑھی لکھی خاتون ہیں۔ وہ دہشت گردی کے کیسز میں پکڑی ہوئی ہیں۔ عالیہ حمزہ صاحبہ کی والدہ میرے گھر آئیں۔ ایک انتہائی پڑھی لکھی خاتون، سکول ٹیچر، ہیڈ مسٹرس کہہ رہی تھیں کہ میری بچی کے لیے آواز اٹھائیں۔ عالیہ حمزہ کا شوہر کینسر میں مبتلا ہے، وہ کینسر کا مریض ہے، بچے چھوٹے چھوٹے ہیں۔ کبھی لاہور میں، کبھی میانوالی میں، کبھی سرگودہا میں اس کو ایک ہی وقت کے کیسز میں لے جایا جاتا ہے۔ یہ ناانصافی ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے اور شیم شیم کی آوازیں سنائی دیں)

سینیٹر راجہ ناصر عباس: اسی طرح سے اُس طرف بیٹھے ہوئے دوستوں میں جس کے ساتھ بھی ظلم ہوا ہے، وہ زیادتی اور ناانصافی ہے۔ ہم سب کو condemn کرتے ہیں کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ جب حضرت علی کے فرقِ مبارک پر ضرب پر لگی، وہ بستر شہادت پر تھے تو انہوں نے ایک وصیت کی (عربی) ظالموں کے دشمن بن کے رہنا اور مظلوموں کے مددگار بن کے رہنا۔ سوسائٹی میں دو ہی طبقے ہیں، ظالم اور مظلوم۔ ہمیں مظلوم کے ساتھ کھڑا ہونا ہے۔ ہم اگر کہتے ہیں کہ ہم 25 کروڑ عوام کے نمائندے ہیں تو 25 کروڑ عوام میں جو مظلوم ہیں، وہ اکثریت ہے، ہمیں ان کا نمائندہ بننا پڑے گا۔ کیا وہ مجھے کہتے ہیں کہ میں ان کا نمائندہ ہوں؟ میں تب ان کا نمائندہ بنوں گا جب ان کا ترجمان بنوں گا۔ جب میں بولوں گا، وہ سمجھیں گے کہ ہم بول رہے ہیں۔ جب میں چلوں گا، وہ سمجھیں گے کہ ہم چل رہے ہیں۔ اس وقت پاکستان میں آپ مظلوموں کا حال دیکھ لیں۔ دنیا میں ایسا ہی ہے۔ غزہ میں دیکھ لیں۔ غزہ کے مظلوموں کا کیا حال ہے؟ آج دنیا کی مہذب، civilized اور cultured حکومتیں جو اپنے آپ کو democratic کہتی تھیں، بے نقاب ہو چکی ہیں۔ غزہ میں نسل کشی ہو رہی ہے۔ عورتیں اور بچے مارے جا رہے ہیں۔ کون support کر رہا ہے؟ امریکہ، برطانیہ اور یورپ جبکہ ہم چاہتے ہیں کہ ان قاتلوں اور درندوں کے ساتھ normalization کریں۔ اسرائیل کے ساتھ، اس درندے کے ساتھ normalization کی باتیں پاکستان میں ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ اس کا سفارتخانہ ہمارے ملک میں کھلے گا۔ پاکستان کے غیرت مند عوام یہ کبھی برداشت

نہیں کریں گے کہ قاتل، مجرم، illegal اور illegitimate حکومت کا یہاں پر سفارتخانہ کھلے اور اس کی یہاں پر نمائندگی ہو۔ ہم برداشت نہیں کریں گے۔ یہ ظلم کا ساتھ دینا ہے اور اسے قبول کرنا ہے۔ ہم ظالموں کا ساتھ نہیں دیں گے۔ Pick and choose نہیں ہو سکتا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب! آپ کس سفارتخانے کی بات کررہے ہیں؟ اسرائیل کا کوئی سفارتخانہ میری اطلاع کے مطابق نہیں بن رہا۔ چہ مہ گوئیاں بہت ہوتی ہیں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: Normalization کی بات ہو رہی تھی۔ NDU میں باتیں ہوئی ہیں۔ باجوہ صاحب نے سب MNAs کے ساتھ جو وہاں پر موجود تھے، سیاستدان تھے، بیوروکریٹ تھے، وہاں بات کی۔ بہرحال، مجھے خوشی ہے کہ آپ کہہ رہی ہیں کہ یہاں پر normalization کی طرف کوئی بھی بات نہیں جائے گی۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میری اطلاع میں ایسا کچھ نہیں ہے۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: ہمارا سینیٹ اس کے مقابلے میں ان شاءاللہ، کھڑا ہو جائے گا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ان شاءاللہ۔ وزیر اس وقت بیٹھے ہیں، آپ wind up کریں تو وہ وضاحت کریں گے۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: بس میں ان شاءاللہ، اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ابڑو صاحب! آپ تجاوز کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو rules کا ادراک نہیں ہے تو مجھے بھی آپ کا mic on کرنے کا کوئی plan نہیں ہو گا۔ آپ بیٹھ جائیں، Chair بالکل ruling دے سکتی ہے۔ سینیٹر صاحب! آپ جاری رکھیں نہیں تو آپ دونوں کا mic بند ہو گا، آپ کو rules کا نہیں پتا تو آپ تشریف لے جائیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ لوگ تمیز کے دائرے میں رہیں، کسی کی ہتک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ علامہ صاحب! آپ Chair کی طرف مخاطب ہوں اور اپنی تقریر جاری رکھیں، آپ مہذب بول رہے ہیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے ان سے کہا ہے کہ آپ آرام سے بات کریں، آپ تشریف رکھیں، عون صاحب! آپ حوصلہ کریں، ان کو بات کرنے دیں، ان کا وقت مت لیں۔ جی علامہ صاحب! آپ بات جاری رکھیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: بالکل میرا حق ہے کہ میں ان سے پوچھوں سفارت خانہ کھل رہا ہے کہ نہیں۔ جی۔ ان کا پہلا خطاب ہے، انہیں بات کرنے دیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں نے انہیں بالکل نہیں روکا ہے۔ ان کا خطاب خراب مت کریں، میں ان کے حق میں بولی تھی کہ انہیں وضاحت کی ضرورت ہے۔ علامہ صاحب! بات جاری رکھیں۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: شکریہ، میڈم چیئرپرسن۔ عدل کا نفاذ یعنی قانون کی حکمرانی اس وقت ہو گی جب ہم عدل سے عشق کریں گے، مولا علی کہتے ہیں کہ ایک رات میرے پاس ایک شخص آیا تو میں نے اسے کہا کہ تم میرے لیے یہ کیا لے کر آئے ہو، یہ ہدیہ ہے، عطیہ ہے، زکوۃ ہے، صدقہ ہے جو ہم پر حرام ہے، اس نے کہا کہ یہ آپ کے لیے ہدیہ ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تجھ پر رونے والیاں روئیں، مجھے یوں لگا کہ جیسے یہ زہر ہے یا سانپ کی قے ہے، میں نے اسے کہا کہ (عربی) ترجمہ: اگر مجھے ساری کائنات دے دی جائے کہ علی تو نے چھوٹا سا ظلم کرنا ہے کہ چیونٹی کے منہ سے جُو کا چھلکا چھیننا ہے، میں کبھی چیونٹی پر بھی ظلم نہیں کروں گا، چیونٹی جو پاؤں کے نیچے آ کر روند دی جاتی ہے، اس کا کوئی احساس نہیں کرتا۔ اس ملک میں اس وقت عدل آئے گا، rule of law اس وقت آئے گا جب عدل مقدس ہو گا، rule of law بھی مقدس ہو گا۔

میرے استاد علامہ محمد تقی جعفری فرماتے تھے کہ جب کوئی ڈرائیور drive کرتے ہوئے ٹریفک کی cross redline کرے تو check کرو کہ وہ اندھا ہے یا پاگل ہے، اس نے قانون کو اتنا گھٹیا اور پست کیوں سمجھا ہے کہ اس نے اسے پاؤں تلے روند دیا ہے۔ آپ دیکھیں کہ ہم سب

rule of law پر عمل کرتے ہیں، ایمان رکھتے ہیں، ایمان رکھنا اور ہے اور اس پر عمل کرنا اور ہے، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ ایک ہے، اس نے نماز فرض کی ہے، ہم نماز نہیں پڑھتے، ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ نے جھوٹ کو غلط کہا ہے لیکن اس کے باوجود ہم جھوٹ بول جاتے ہیں۔ Rule of law پر جہاں ایمان ہے، باور ہے، یقین ہے، اللہ کہتا ہے، دین کہتا ہے، قانون کہتا ہے اور آئین کہتا ہے کہ Parliament عوام کے حق میں جو قانون pass کرتی ہے، اس پر عمل کرنا ایسے ہی فرض ہے جیسے نماز پڑھنا فرض ہے۔ اگر میں کبھی بھی traffic میں redline cross کروں گا، میں راجہ ناصر، میں فاسق و فاجر ہوں، میں گناہگار ہوں، میں نماز نہیں پڑھا سکتا، میں قانونی مجرم تو ہوں ہی، میں اللہ کا بھی مجرم ہوں۔ اس لیے ہمارے ملک میں rule of law کہاں ہے، آپ سارا دن دیکھتی ہیں کہ جب پولیس والا کسی کو پکڑتا ہے، اس کا حق ہے کہ وہ پکڑے، جب وہ کسی کے منہ پر تھپڑ مار رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہاں rule of law ہوتا ہے؟ ایک انسان کی تحقیر و توہین جسے اللہ نے کہا کہ (عربی) ترجمہ: میں نے انسان کو کرامت دے کر خلق کیا ہے۔ ظالم ترین انسان کے منہ پر بھی تھپڑ نہیں مارا جا سکتا۔ یہ rule of law نہیں ہے بلکہ قانون کو پاؤں تلے پامال کیا گیا ہے۔ اس وقت ملک کی سب سے بڑی بیماری rule of law کا نہ ہونا ہے، آئین پر عمل نہ ہونا ہے۔

میں چند دن پہلے چمن بارڈر پر گیا، میں نے دیکھا کہ وہاں ہزاروں لوگ دھرنا دے کر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ مظلوم ہیں، ان کی آواز کوئی نہیں سن رہا۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ کچھ لوگ بارڈر کے اِس طرف رہتے ہیں اور ان کی زمینیں اُدھر ہیں، ان کا آنا جانا تھا، ان کا روزگار بھی لگا ہوا تھا۔ انہیں کہا گیا کہ پاسپورٹ بنواؤ اور ویزے لگوا کر آؤ اور جاؤ۔ حالانکہ میں نے سنا ہے کہ ایران کے ساتھ پاکستان کے بارڈر پر ایک travel letter ملتا ہے یا اس طرح کی کوئی چیز ملتی ہے جس پر وہ آتے جاتے ہیں۔ وہاں گرمی اور سردی میں ہزاروں لوگ کئی مہینوں سے بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی آواز کیوں نہیں سنی جاتی، کیا rule of law ہے؟ ان کی بات کوئی سن رہا ہے؟ قانون کس لیے ہوتا ہے، smooth move کرنے کے لیے، قانون hurdles کھڑی کرنے کے لیے نہیں بنایا جاتا، وہ قانون نہیں چلتا، اسی لیے قانون شکنی بھی پیدا ہوتی ہیں کہ جب ہم چند لوگوں کو دیکھ کر ایسا قانون بناتے ہیں تو وہ قانون آگے نہیں بڑھتا۔ اس لیے میری گزارش ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان

میں امن آئے، عدل و انصاف آئے، کسی کو نہ کوئی جج تکلیف دے سکے، نہ کوئی سپاہی اور نہ وہ جس کے پاس کوئی اختیار ہے۔ آپ دیکھیں کہ misuse of powers کہاں پیدا ہوتی ہے، میڈم! میں نے جو پڑھا ہے، میں IR کا student ہوں، political science کا بھی student ہوں، میں فلسفے کا استاد ہوں، میں فقہ کا بھی استاد ہوں، یہ میں پڑھاتا رہا ہوں، power politics تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ آپ سیاست کی کیا تعریف کرتے ہیں کہ اقتدار کے حصول کی خاطر جو سعی و تلاش کی جاتی ہے، آپ اسے سیاست کہتے ہیں۔ جب اقتدار ہدف بن جاتا ہے، مقصد بن جاتا ہے، یہیں سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ فرعون کیوں بنا، اقتدار کی خاطر کہ اسے ہر حال میں اقتدار چاہیے تھا۔ وہ لوگوں کے بچے مار رہا تھا، اسے بچوں سے خطرہ تھا، جو بچہ پیدا ہوتا تھا اسے ذبح کروا دیتا تھا۔ نمرود کیوں بنا چونکہ وہ power politics کرتا تھا۔ یزید کیوں بنا، وہ power politics کرتا تھا، اس نے رسول ﷺ کی بیٹیوں کے سروں سے چادریں کھینچ کر انہیں قیدی بنایا، انہیں بازاروں میں پھیرایا، رسول ﷺ کی اولاد کو ذبح کیا، ان کے سر نیزوں پر بلند کیے، یہ power politics ہے۔ ابن زیاد نے عمر ابن سعد کو کہا کہ تم حسین کو قتل کرو، میں تمہیں 'رے' کی حکومت دوں گا، یہ power politics ہے۔

اس ملک میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے، پاکستان کا آئین power politics کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ آپ کا Article 1 کہتا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہے، اقتدارِ اعلیٰ اللہ کا ہے، ہم اس کے مالک نہیں ہیں، ہمارے پاس یہ امانت ہے۔ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو باپ اس کا ولی ہوتا ہے، اولاد کا ولی باپ ہے، اللہ نے کہا ہے کہ باپ اولاد کا ولی ہے، وہ کب تک اس کا ولی ہے کہ وہ اولاد کے interests کی حفاظت کرے، اگر وہ اولاد کے interests کو violate کرے، نقصان پہنچائے، اللہ کی طرف سے اس کی ولائت ختم ہو جاتی ہے۔ ہمارے پاس اقتدارِ اعلیٰ اللہ کا ہے، ہمارے پاس امانت ہے، پاکستان کے آئین کے تحت وہ امانت elected members کے پاس ہوتی ہے۔

میڈم! میں عرض کرتا ہوں کہ ہم liberal democracy کی definition کرتے ہیں کہ عوام کی حکومت، عوام کے ذریعے، عوام پر، پاکستان کا آئین یہ نہیں کہتا، وہ کہتا ہے کہ اللہ

کی حکومت، منتخب صالح، صادق امین نمائندوں کے ذریعے عوام پر، حکم اللہ کا چلے گا، حکومت اللہ کی ہو گی۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ قرآن و سنت supreme ہے، اسی لیے Ideological Council بنائی گئی ہے۔ اس لیے جس کے پاس اقتدار آتا ہے وہ اس کا مالک نہیں ہے، اگر establishment, elected Prime Minister کو پھانسی لگواتی ہے تو یہ power politics کی وجہ سے ہے، وہ ججوں کو استعمال کرتی ہے، جس کو بھی استعمال کرتی ہے، یہ power politics کی وجہ سے ہے، وہ اقتدار اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے چاہے ملک تباہ ہو جائے، ٹوٹ جائے، برباد ہو جائے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم پاکستان کے آئین کے مطابق چلیں، پاکستان کا آئین ہمیں جو کہتا ہے ہم اس پر عمل کریں۔ اقتدار امانت ہے، ہم مالک نہیں ہیں، وہ نہ ہمارے بچوں کو مل سکتا ہے، نہ اولاد کو مل سکتا ہے، یہ اللہ کی امانت ہے۔ اگر ہم اس امانت میں خیانت کریں، اس power کو misuse کریں جو ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے تو ہم اس صلاحیت سے ساقط ہو چکے ہیں، ہم اُس وقت غاصب ہیں، اللہ کے ہاں جوابدہ ہیں۔ (عربی) ترجمہ: ہم جو دیکھتے ہیں، جو سنتے ہیں، جو بولتے ہیں، جو فکر کرتے ہیں، اللہ کی بارگاہ میں جوابدہ ہیں۔ لہٰذا پاکستان کو آئین کے مطابق چلایا جائے۔ آج جو لوگ جیلوں میں پڑے ہوئے ہیں، جو بے گناہ ہیں، پی ٹی آئی کے ہیں، عمران خان صاحب ہیں یا کوئی اور ہیں جو بے گناہ ہیں، وہ مسلم لیگ (ن) کا ہے، وہ پیپلز پارٹی کا ہے، کسی بھی پارٹی کا ہے یا چاہے کسی بھی پارٹی کا نہیں ہے، مظلوم ہے، ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے لیے آواز اٹھائیں، ہم ان کے لیے بولیں۔ یہاں سے شروع کریں، جب ہم عوام کے لیے بولیں گے، لوگ ہمارے لیے بولیں گے۔ اگر ہمیں ذرا سی تکلیف ہو جائے ہم چیخنا شروع کر دیں لیکن چیخ چیخ کر عوام کے گلے بیٹھ جائیں اور ہم ان کی آواز نہ سنیں تو پھر وہ بھی ہمارے لیے نہیں بولیں گے اور detach ہو جائیں گے۔ جس حکومت کے ساتھ عوام نہ ہو تو پھر ان کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دو دن پہلے ایران کے صدر کی شہادت ہوئی۔ کل سے آج تک ان کے جنازے میں کتنے لوگ ہیں، یہ دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ پورے تین سال میں انہوں نے ایک دن بھی چھٹی نہیں کی تھی۔ Weekend پر وہ مظلوم عوام اور محروم علاقوں میں جاتے تھے۔ لوگوں سے ملتے تھے اور آپ عوام کے ساتھ ان کا تعلق دیکھیں کہ ان کی شہادت کے بعد 28th June کو within 50 days نئے

صدر کے انتخاب کے لئے تاریخ طے کر دی گئی ہے۔ جو عوام سے جڑے ہوتے ہیں، وہ نہ تو انتخابات سے بھاگتے ہیں اور نہ ہی عوام سے ڈرتے ہیں۔ اگر ہم عوام کے حقوق کے لئے لڑیں گے اور کوئی چھٹی نہیں کریں گے۔ ہم سینیٹرز ہیں۔ ہم بلوچستان کے مظلوموں اور محروموں کے پاس جائیں اور انہیں engage کریں۔ مزدوروں، ہاریوں اور پسے ہوئے اور کچلے ہوئے طبقوں کے پاس جائیں اور انہیں engage کریں کہ آپ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم آپ کے لئے لڑیں گے اور مریں گے۔ اس کے بعد وہ ہمارے لئے بھی اٹھیں گے اور پاکستان کے لئے کھڑے ہوں گے اور پاکستان آگے بڑھ سکے گا۔ آج ہم جس حال میں پہنچے ہیں، یہ سب power politics کا نتیجہ ہے۔ Power politics کی وجہ سے پاکستان ٹوٹا ہے، power politics کی وجہ سے یہاں عوام اور دستور کے ساتھ کھلواڑ کھیلا گیا اور آج بھی کھیلا جارہا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کا شکریہ۔

سینیٹر راجہ ناصر عباس: میں بس آخری بات کروں گا۔ گلگت بلتستان ایک حساس علاقہ ہے۔ SIFC کے ذریعے وہاں کے لوگوں کی زمینیں لی جارہی ہیں جس کی وجہ سے لوگ ناراض ہیں۔ وہاں خدانخواستہ کشمیر کی صورتحال نہ پیدا ہوجائے۔ بلتستان میں ایک یونیورسٹی کے لئے وائس چانسلر کا انتخاب ہونا ہے۔ وہاں پر ایک ایسے بندے کو مسلط کیا جارہا ہے جسے لوگ پسند نہیں کرتے۔ اس کے مقابلے میں بہترین لوگ موجود ہیں۔ کوئی Government College University کا تو کوئی قائداعظم یونیورسٹی کا وائس چانسلر رہ چکا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو بنادیں، لوگ انہیں قبول کرنے کو تیار ہیں۔ جو پہلا ہے، وہ لوگوں کی نظروں میں بدنام ہے اور لوگ اسے تعلیمی ادارے میں برداشت نہیں کرتے۔ میری یہ گزارش ہے کہ حکومت عوام کے ساتھ کھڑی ہو، ان کا ساتھ دے اور ان کی ترجمان بنے۔ اگر لوگ اس وائس چانسلر کو پسند نہیں کرتے تو اسے تبدیل کردیا جائے، شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ کا شکریہ۔ جی سینیٹر ایمل ولی خان۔

Senator Aimal Wali Khan

سینیٹر ایمل ولی خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ، میڈم چیئر پرسن صاحبہ! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں on the floor of House آپ کو ایسا کہہ کر مخاطب کررہا ہوں۔ جب سینیٹ الیکشن ہوئے تو میں نے سب سے پہلے آپ کو مبارک باد دی تھی اور آج میں آپ کو اس کرسی پر بیٹھا دیکھ رہا ہوں۔ میں سینیٹ کے تمام معزز اراکین سے یہ کہوں گا کہ چونکہ یہ میری پہلی تقریر ہے اور میں معزز اراکین میں سب سے کم عمر رکن بھی ہوں، اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے لئے میں پہلے سے ہی معذرت چاہوں گا۔ آج کے اجلاس کے حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ ایجنڈا میں تو باتیں اور تھیں لیکن ایسا لگ رہا ہے کہ اس اجلاس کو خاص اس مقصد کے لیے بلایا گیا ہے کہ ہم ایوان سے عدلیہ اور ججز کے ساتھ جواب کلامی کریں۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ آج ایک دفعہ پھر یہ معزز پارلیمان استعمال ہو رہا ہے اور جو اسے استعمال کر رہے ہیں، ان کی کوئی بات نہیں کر رہا ہے۔ میرے والد صاحب ایک لطیفہ سناتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک زمیندار تھا جسے ایک دن چراغ والا جن مل گیا۔ اس نے اسے رگڑا تو جن باہر نکل آیا۔ جن نے کہا کہ جی کوئی خدمت بتائیں۔ اس نے کہا کہ میرے سامنے جو قصائی ہے، میں اس سے بڑا تنگ ہوں، اس کی چھینٹی لگاؤ۔ قصائی کی دکان کے ساتھ ایک سبزی والے کی دکان تھی اور وہ جن سبزی والے کو مار کر آجاتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ مجھے تکلیف تو قصائی سے ہے لیکن جن پھر بھی سبزی والے کو مار کر آجاتا تھا۔ آخر اس نے تنگ آکر کہا کہ تکلیف مجھے قصائی سے ہے لیکن تم سبزی والے کو مار کر آجاتے ہو تو جن نے کہا کہ کیا آپ قصائی کے ہاتھوں میں وہ بڑی چھری نہیں دیکھتے۔ میں موجودہ صورتحال پر آؤں گا لیکن چونکہ میری پہلی تقریر ہے اور ابھی میں نے بات شروع ہی نہیں کی ہے کہ چار منٹ گھڑی میں گزر گئے ہیں۔ میں اپنے معزز اراکین سے یہی کہوں گا کہ اس ایوان کو سنی اتحاد کونسل اور مسلم لیگ (ن) کی بحث سے تھوڑا باہر لے جائیں۔ کل سے ہم دیکھ رہے ہیں کہ بس انہی دونوں کے درمیان باتیں چل رہی ہیں۔ ایک باندھنا چاہ رہا ہے تو دوسرا چھڑوانا چاہ رہا ہے اور یہ بات صرف ججز تک محدود نہیں ہے۔ میرے خیال میں اسی بات پر یہ ایک، دو مہینے گزر جائیں گے۔ میں ابھی ایوان میں اپنے والد کے colleagues بھی دیکھ رہا ہوں۔ میں اسے خوش قسمتی یا بدقسمتی کہوں کہ میں 4th Generation سے ہوں اور ملک جب بنا بھی

نہیں تھا کہ تو اس وقت سے اب تک عوام، قوم، جمہوریت اور بنیادی حقوق کی باتیں چل رہی ہیں۔ ہر جگہ آئین اور اس پر عمل کرنے کی بات ہو رہی ہے لہٰذا میں آج ان پر تھوڑی سی روشنی ڈالوں گا۔

میڈم! آج جو beneficiaries ہیں یا اس ماحول میں جو beneficiaries دکھ رہی ہیں، یہ کل کے دن تک بد قسمتی سے beneficiaries نہیں تھے۔ آج جو لوگ آئین اور rule of law کا گلہ کر رہے ہیں، انہیں الحمد للہ پورے پاکستان نے دیکھا کہ یہی لوگ کل تک beneficiaries تھے۔ جب سے الیکشن ہوئے ہیں تو ہم فارم 47 کی باتیں سن رہے ہیں۔ ہمیں بھی موقع ملا کہ کیوں نہ 47 سے 47 تک بات ہو جائے، کیوں نہ پاکستان کے بننے سے ہی یہ بات شروع ہو جائے کیونکہ اگر آج فارم 47 کی بات ہوتی ہے تو یہ قصہ پاکستان بننے سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ اگر کسی معزز رکن نے پاکستان کی تاریخ معاشرتی علوم کے علاوہ پڑھی ہو تو انہیں پتہ ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ آئین پر عمل کریں لیکن ہم بچے کو غلط تاریخ پڑھا اور سکھا رہے ہیں۔ پاکستان میں معاشرتی علوم کا مضمون جھوٹ پر مبنی ہے۔ ہم جھوٹ پر مبنی مضمون بچوں کو پڑھا کر پھر کہتے ہیں کہ یہ آ کر اچھا کام کریں گے۔ مسئلہ آپ کا 1947 میں شروع ہوتا ہے۔ ہندوستان آزاد ہوتا ہے اور پاکستان بنتا ہے۔ میری بات سے اگر کسی کو تکلیف ہو تو میں واضح کر دوں کہ میں اس وطن، اس ملک میں غدار، ابنِ غدار کا بیٹا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ آج کی تقریر کے بعد شام میں کہیں میں بھی چوتھی نسل میں اس نعرے سے گزروں گا۔ تاریخ حقیقت ہوتی ہے۔ تاریخ سے آنکھیں پھیرنا، حقیقت سے آنکھیں پھیرنا، یہ آپ کو کبھی بھی مستقبل میں صحیح راستے پر نہیں لے کر جا سکتا۔ یہ بہت بڑی بحث ہے اور اس بحث کے لیے میں تیار ہوں کیونکہ ایک مرتبہ قومی اسمبلی کے باہر اجلاس بلایا گیا تھا، دراب خان اور عبدالولی خان مرحوم گاڑی کی ڈگی کتابوں سے بھر کر لائے تھے اس لیے لائے تھے کہ آئیں آج بات کرتے ہیں کہ پاکستان بنا تھا یا آزاد ہوا تھا۔ جب آپ 1947 میں آزاد نہیں ہوئے، آج آپ آزادی کا رونا رو رہے ہیں۔ سب لوگ ایمان کی بات کریں، پاکستان کے قائدِ اعظم محمد علی جناح صاحب کی کتنی قدر کرتے ہیں؟ کیا پاکستانی ان کی قدر کرتے ہیں یا نہیں؟ مجھے تو یہ تصویر بھی قید لگ رہی ہے۔ یہ تصویر اس دن قید ہو گئی جس دن جناب محمد علی جناح صاحب نے rule of law کی بات کی۔ آپ کے بانی، آپ کے ملک کو بنانے والے نے جس دن فوج کے سامنے فوج کی ایک تقریب

سے یہ بات کی کہ یہ ملک اس لیے نہیں بنا کہ آپ اس پر حکمرانی کریں۔ یہ ملک اس لیے نہیں بنا کہ یہاں پر عوام غلام ہوں، بندوق والے کے پاس طاقت ہو بلکہ آپ محافظ ہیں، یہ باتیں جو آج ہم کر رہے، یہ جناب قائداعظم محمد علی جناح صاحب کو کرنی پڑیں۔ ان باتوں کے نتیجے میں میڈم چیئرپرسن! آج کوئی لیڈر بیمار ہوتا ہے تو وہ علاج کے لیے developed cities میں جاتا ہے، جب اندرونِ سندھ کا کوئی بندہ بیمار ہوتا ہے تو وہ کراچی جاتا ہے، پنجاب کا کوئی بیمار ہوتا ہے تو وہ لاہور جاتا ہے، ہمارے صوبے خیبر پختونخوا کا کوئی بیمار ہوتا ہے تو اس کی پہلی کوشش ہوتی ہے کہ وہ پشاور جائے۔ جب ہمارے provincial capitals میں مسئلے حل نہیں ہوتے تو کوشش ہوتی ہے کہ وہ علاج کے لیے اسلام آباد آئیں یا ملک سے باہر جائیں۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ہمارے لیڈران صاحبان کا علاج دبئی، لندن اور امریکہ میں ہو رہا ہے، یہ سب ہو رہا ہے لیکن جب ہمارے بانی بیمار ہوئے تو ان بے چارے کو زیارت جانا پڑا۔ آج سے 75،76 سال پہلے، بلوچستان کے بھائی بیٹھے ہیں، میں دو سال پہلے زیارت گیا ہوں، زیارت میں سڑکیں، بجلی، infrastructure ہسپتال نام کی چیز نہیں ہے لیکن اس وقت اُدھر کی ہوائیں ایسی تھیں کہ وہ محمد علی جناح صاحب کے لیے علاج تھیں۔

آج سینیٹ کے معزز اراکین اپنے دل سے سوچیں کہ کیا اس ملک کا پہلا سیاسی قیدی جو ایک soft exile کی شکل میں زیارت بھیجا گیا، کیا وہ یہ بانی تھا یا نہیں؟ ہمارے سنی اتحاد کونسل کے پارلیمانی لیڈر صاحب نے بات کی۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: MWM, sorry,، تھوڑے نئے ہیں تو ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائیں گے، نئی نئی پارٹیاں بھی ابھر رہی ہیں۔ انہوں نے بات کی، ایران کے صدر مرے ہیں تو پورا ایران میدان میں ہے، وہ صرف صدر تھے۔ آپ کے بانی مرے تھے، کسی کو پتا نہیں تھا، ان پر مکھیاں گھوم رہی تھیں۔ یہ تلخ حقائق ہیں۔ آج تک آپ، یہ ملک، یہ وطن، پاکستان کے شہری اپنے اس قائد کو رہا نہ کر سکے۔ آپ کو پتا ہے کہ پاکستان میں پھر جو قید ہوئے ہیں تو ان پر ایک ایسی قید لگی ہے کہ آپ پاکستان میں جناب محمد علی جناح صاحب پر ریسرچ نہیں کر سکتے۔ آزادی کی بات ہو رہی ہے۔ ہم تو غدار ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ ہم تو ہندوستان کی تقسیم کے خلاف تھے۔ آج 77 سال بعد بات

ہو جائے کہ تقسیمِ ہندوستان کا فائدہ کتنا ہوا ہے اور نقصان کتنا ہوا ہے۔ ہم تو چلیں غدار ہیں لیکن آپ میرے معزز اراکین! آج judiciary اور miltablishment کی لڑائی سے نکل کر میں آپ کے لیے یہ بات اٹھانے کو تیار ہوں، کیاآپ میرے ساتھ کھڑے ہونے کے لیے تیار ہیں کہ آج یہ ایوان مطالبہ کرے کہ پاکستان میں جو پابندی جناب محمد علی جناح صاحب پر research کرنے پر لگی ہے، یہ بات کھول دی جائے تو میرے سمیت سب کو یہ موقع ملے کہ ہمیں پتا چلے کہ ہمارے قائد، رہبر، اس ملک کے بانی محمد علی جناح کون تھے۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: کرلیں، خیر ہے، کوئی ہاں، ناں کرلیں، ہم پھنسیں گے، آپ لوگ بچے رہیں گے ان شاء اللہ۔ آپ لوگوں کے پاس اچھے domicile ہیں، بلوچ بھائی، آپ نہ کریں باقی ہمت کریں۔ پاکستان، اگر آپ دیکھیں تو ہم پاکستان پر آتے ہیں، بانی کی تو بات ہو گئی۔ آپ کو میں نے request کی تھی کہ میری پہلی تقریر ہے تو میں تھوڑی لمبی بات کروں گا۔ پاکستان کی زندگی دو حصوں میں بانٹی جاتی ہے، ایک وہ پاکستان جو 1947 سے لے کر 1973 تک ہے، دوسرا وہ پاکستان جو 1973 کے بعد آج تک کا ہے۔ اس پاکستان میں rule of law, عوام کے اختیار، اور جو باتیں آج ہو رہی ہیں، جو آج کے beneficiary نہیں ہیں اور ان کو جو گلہ ہے، یہ آواز جب محترمہ فاطمہ جناح نے اٹھائی تو وہ بھی غدار نکلیں۔ پاکستان میں اگر پہلے دن اس صف میں کھڑے ہو جاتے تو آج ہمیں یہ سب کچھ نہ دیکھنا پڑتا۔ تاریخ کے students یہاں بیٹھے ہیں، جب پاکستان بنا تو خدائی خدمت گاروں کی دو تہائی کی اکثریت تھی، حکومت، sitting Government ڈاکٹر خان صاحب اس حکومت کے leading role میں تھے۔ بارہ دن کے اندر اندر خدائی خدمت گار تحریک کی دو تہائی اکثریت والی حکومت، اس کو زبردستی گرا کر، ان سب کو جیلوں میں ڈالا، اس وقت کی مسلم لیگ قیوم خان کو one third کی majority سے حکومت دی گئی۔ اس دن اگر پاکستان میں عوام کے اختیار کے لیے پاکستانی کھڑے ہو جاتے تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔ لیکن بدقسمتی سے یہاں پر beneficiaries and affectees کا کھیل چلتا آ رہا ہے۔ کل کا beneficiary آج کا affectee ہوتا ہے اور کل کا affectee آج کا

beneficiary ہوتا ہے۔ جب وہ beneficiary ہوتے ہیں، ان کو سب قابل قبول ہوتا ہے پھر ملک کے ساتھ جو بھی ہو خیر ہے۔ ہم نے missing persons کی بات نہیں کرنی، یہ ابھی بدقسمتی سے قصہ missing persons سے شروع ہوا، آخر میں لڑائی میں سینیٹ، پارلیمنٹ اور عدالت کو آمنے سامنے ہونا پڑا۔ 12 August, 1948, East Pakistan بننے کے ایک سال بعد، جیسے میں نے آپ سے ذکر کیا خدائی خدمت گاروں کی حکومت کو ختم کر کے ان کو جیلوں میں ڈالا گیا اس کے دوران باچا خان اور قائداعظم میں رابطہ ہوا، قائداعظم نے یہ فیصلہ کیا کہ میں باچا خان کے پاس خدائی خدمت گار مرکز سردریاب آؤں گا، لیکن characters تھے۔ وہ باچا خان جو پارلیمان میں آ کر اداس تھے کہ میں تقسیم ہند کے خلاف تھا لیکن آج جب پاکستان بن گیا ہے پاکستان ایک حقیقت ہے تو آئیں اس پاکستان کو بناتے ہیں اور انہوں نے اپنی ساری services خدائی خدمت گاری کی جتنی بھی services تھیں، پاکستان بنانے کے لیے محمد علی جناح کے سپرد کر دیں۔ عین اس وقت جب محمد علی جناح صاحب سردریاب آ رہے تھے تو قیوم خان نے کہا کہ آپ کو مار دیں گے، خدائی خدمت گار سب ساتھ ہوئے اور پشاور سے سردریاب تک تیاری پکڑے ہوئے تھے کہ مہمان آ رہے ہیں اور آج ہم ایک نئے موڑ پر جائیں گے، مہمان نہیں آیا مایوسی ہوئی strike میں بدل گیا سب کو پکڑ لیا۔ 12 August 1948 ہمارے پختون بھائی اور بہنیں کہتے تھے یار انگریزوں کو نکالنے میں تو ہمارا بیخ بنیاد نکل گیا ہے۔ انگریز کو کس نے نکالا ہے؟

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: ڈھائی بج رہے ہیں۔ انگریز کو کس نے نکالا؟ انگریز کو فوج نے تو نہیں نکالا؟ یہ تو فوجی تھے، تب بھی salute اور آج بھی salute، ان کو تو تنخواہ اس کی مل رہی ہے، انگریز کو تو قوم نے نکالا، پختونخوا میں خدائی خدمت گار نکلے، ان کو ہم نے نکالا، ملک کو آزاد کیا اس آزادی میں بھی ہمارا نقصان ہوا، ملک بنا آزاد تو نہیں ہوا، جب ملک بن گیا پھر بھی نقصان۔ انہوں نے سوچا کہ ہمارے سب leaders قید تھے لہٰذ ہم ایک strike کرتے ہیں اور اس strike میں کسی کے پاس بندوق نہیں، کسی کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، خدائی خدمت گاروں کے بارے میں جس نے بھی پڑھا ہے ان کو پتا ہے کہ وہ عدم تشدد کے پیروکار تھے اور ان کا عدم تشدد کا نظریہ تھا۔ اس

احتجاج میں کیا ہوا؟ آپ کے پاکستان کی فوج، اگر آپ کو پتا نہیں تو آپ کان کھول کر سن لیں، نہتے شہریوں پر گولیاں برسائی گئیں، پاکستان کی فوج نے برسائیں، انگریز نے نہیں، انڈیا نے نہیں، اسرائیل نے نہیں گولیاں برسائیں۔ ظالم کی بات کرتے ہیں سب سے بڑے ظالم تو ادھر رہ رہے ہیں، پاکستان کی فوج نے کھلے عام گولیاں برسائیں، اس میدان میں 600 سے زیادہ شہید تھے۔ چارسدہ سے عورتیں اور بچے گھروں سے نکل آئے کہ خدا کا خوف کریں، عورتیں اپنی گود میں بچے اور سر پر قرآن پاک لے کر آئیں کہ آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ لیکن نہیں فوج کی ٹھنڈک نہیں بھری کیوں کہ ان کا mission تھا کہ ہم نے خدائی خدمت گار تحریک کا خاتمہ کرنا ہے۔ آج تک ہم بھی اس ملک میں زندگی گزار رہے ہیں، ہمیں بھی یہ گلہ ہے، ہم آج بھی ایک ایک شہید کو یاد کرتے ہیں چاہے وہ فوج کا ہو، چاہے وہ پولیس کا ہو، چاہے وہ کسی بھی قوم کا ہو کیوں کہ ہم اس درد سے گزرتے ہیں تو ہم اس دکھ میں ہر کسی کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن میرے پاکستان کے بہن بھائیو آج تک وہ 600 سے اوپر شہداء کا انصاف تو چھوڑ دیں ان کا ذکر بھی نہیں کیا جاتا، آپ نے کسی کتاب میں بھی یہ بات نہیں سنی ہو گی۔ ریاست پاکستان نے الٹا کیا کیا؟ جو میتیں میدان میں پڑی تھیں، حکم جاری کیا گیا، میرے خیال سے تاریخ میں کربلا ہے یہ حکم ہوا کہ میدان میں جتنی بھی میتیں پڑی ہیں ان میں سے ایک بھی میت کوئی نہیں اٹھا سکتا کیوں کہ اس پر سرکار کا خرچہ ہوا ہے۔ سرکار کا کیا خرچہ ہوا ہے؟ گولیاں چلی ہیں، جب تک اس خرچے کے پیسے، معاوضہ سرکار کو نہیں دیں گے، تب تک یہاں سے ایک میت بھی نہیں اٹھے گی۔ اس میں بہت غریب تھے، باچا خان جیل میں تھے انہوں نے جیل سے حکم کیا اپنی زمین بیچ کر ان لوگوں کا جرمانہ ادا کیا یہ نہیں کہا کہ جا کر GHQ پر حملہ کرو، یہ نہیں کہا کہ PTV پر جا کر حملہ کرو اور یہ نہیں کہا جا کر پارلیمنٹ پر حملہ کرو بلکہ۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر ایمل ولی خان: آپ اپنے چاچا سے سن لیں وہ آپ کو سنا دیں گے۔ بلکہ انہوں نے اپنے حصے کی زمین بیچ کر سرکار کو معاوضہ ادا کیا اور حکم کیا کہ اپنی میتیں اٹھاؤ۔ ہم پختون قوم بلکہ یہاں پر سب قومیں جو یہاں بیٹھے ہیں، ہماری غمی اور خوشی واضح ہے، الحمدللہ چھپی ہوئی نہیں ہوتی یا ہم کسی سے چھپائیں۔ مثال کے طور پر میت ہے یا کوئی مرا ہے یا کسی نے شادی کرلی ہے، ہمارا سب کچھ واضح

ہوتا ہے بچے بھی واضح ہیں، غم بھی واضح ہے۔ جس گھر میں میت تھی ہر گھر کے باہر تیسرے دن سرکاری بینڈ باجا بجھوایا گیا، یہ دیکھیں ان کو ٹھنڈک نہیں مل رہی تھی، جس گھر میں دعااور فاتحہ خوانی ہو رہی تھی، اس کے باہر کھڑے ہو کر بینڈ باجے بجائے گئے۔ کیاآپ میرے ساتھ کھڑے ہوں گے؟ کیاان شہداء کا حق مانگیں گے؟ یہ کبھی بھی نہیں ہوگا کیوں کہ یہ پاکستان ہے، میں کوشش کروں گا کہ اس کو windup کروں۔ اب آتے ہیں ایوب خان پر اور ایوب خان کا یہ وہ دور ہے جب پاکستان پر پھیلاتا ہے۔ مقبوضہ بلوچستان، تب بلوچستان بے چارہ آزاد تھا، مقبوضہ کشمیر، مقبوضہ ملاکنڈ، بلکہ پاکستان میں جتنی بھی princely states تھیں ایوب خان کسی کو پکڑ کر، کسی کو دھکڑ کر، کسی کو تھپڑ مار کر، جو ابھی تک ہو رہا ہے، ان سب princely states کو زبردستی پاکستان میں شامل کر دیتا ہے۔

آج جس mandate کی بات ہو رہی ہے تو اسی mandate کی خاطر، جب ہمیں یہ شوق ہوا کہ نہیں بھائی، پنجاب پاکستان ہے اور پاکستان پنجاب ہے اور اس کے علاوہ پاکستان کچھ نہیں ہے۔ ہم نے بنگال کے mandate کو نہ مانتے ہوئے اپنے آدھے ملک کو، اگر آج یہ بات ہوتی ہے کہ پاکستان تقسیم ہوااور آدھا پاکستان ہم سے جدا ہو کر بنگلہ دیش بن گیا تو اس کی کیا وجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان کو mandate دینے کو تیار نہیں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ان کو ایک مظلوم اور محکوم قوم کی طرح تصور کر رہے تھے۔ جس طرح آج آپ پختون کو، بلوچ کو، سرائیکی کو، مہاجر کو، سندھی کو اور پنجاب میں بہت سے لوگوں کو، کشمیریوں کو، گلگتی کو consider کیا جاتا ہے۔ آپ کو اس سے کیا ملا؟ آپ کا ملک دولخت ہو گیا۔ جب ملک دولخت ہو گیا تو پھر احساس ہوا، میں skip کر رہا ہوں کہ شاید میں وقت زیادہ لے رہا ہوں۔ کچھ باتیں میں skip کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں 1973 پر wind-up کر لیتا ہوں۔ ان شاء اللہ 1973 کے بعد کی بات اگلی دفعہ ہو جائے گی۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب آپ کی یہ پہلی تقریر ہے۔آپ نے تاریخوں میں ۔۔

سینیٹر ایمل ولی خان: میڈم یہ آپ کے لیے تاریخیں ہیں، یہاں ہمارا دل رو رہا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ اس کو اپنی اگلی نشست میں مکمل کر لیجئے گا کیونکہ اس ایوان کی کارروائی صبح ساڑھے دس بجے سے چل رہی ہے۔

سینیٹر ایمل ولی خان: میں اس کو wind-up کرتا ہوں۔ اگلی دفعہ 1973 کے بعد والے نئے پاکستان کی بات کریں گے۔ کیا کیا آپ نے؟ میں تھوڑی بات بنگلہ دیش پر کروں گا۔ بنگلہ دیش میں اس سال نوے ہزار سے زائد illegitimate بچے پیدا ہوئے۔ یہ کس نے کیے؟ ظالموں نے۔ اُس operation میں بنگلہ دیش میں جا کر اتنی مار دھاڑ ہوئی ہے کہ آج اگر آپ کسی بنگلہ دیشی سے کہیں کہ ہم پاکستانی ہیں تو ان کو ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ گالی ہے۔ شیخ مجیب کے گھر میں گھس کر، شیخ مجیب سے لے کر ایک چھوٹی بچی جو جھولے میں جھول رہی تھی، سب کو مار کر نکل آئے۔ جو بچی بچ گئی وہ اس وجہ سے بچی کہ وہ اس وقت بنگلہ دیش میں نہیں تھی اور باہر پڑھائی کے لئے گئی ہوئی تھی۔

تو انہی واقعات سے عقل حاصل کر لیں۔ ہم آج پھر اسی نہج پر پہنچے ہوئے ہیں۔ آج اُس طرف والے، اس طرف والے اور ہر طرف والے الیکشن کو دھاندلی زدہ سمجھ رہے ہیں اور یہ خود مانتے بھی ہیں۔ جو بھی ہے، وہ اُس طرف والے ہیں، وہ اس طرف والے ہیں وہ کہیں کے بھی ہیں، دھاندلی زدہ الیکشن کا مطلب ہے کہ آپ عوام کا mandate ماننے کو تیار نہیں ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سینیٹر صاحب آپ ان تمام issues پر اگلی نشست میں ضرور بات کر لیجئے گا۔ ابھی تک بتیس منٹ ہو چکے ہیں اور اس سے باقی ممبران سے جو وقت دینے کا وعدہ تھا، وہ پورا نہیں ہو سکے گا کیونکہ ان سے میں نے رؤف حسن پر رپورٹ مانگی ہے۔

سینیٹر ایمل ولی خان: میری صرف ایک آخری گزارش ہے۔ آج کیوں ہم زبردستی ایک پرائی لڑائی میں گھس رہے ہیں۔ Judiciary کو problem تھا missing persons سے۔ ہم بھی عجیب لوگ ہیں کہ selective missing persons کی بات ہوتی ہے۔ سو لوگ لاپتہ ہو گئے تو کوئی مسئلہ نہیں، لیکن اگر ایک لاپتہ ہو گیا تو ہنگامہ برپا کر دیا اور اگر ایک مل گیا تو مسئلہ حل ہو گیا۔ لاپتہ افراد کی تعداد بتیس ہزار ہے لیکن خیر ہے، کوئی بات نہیں۔

یہ کیا ملک ہے اور ہماری ترجیحات کیا ہیں اور پھر judiciary جب ISI کے ایک کرنل کی بات کرتی ہے تو تکلیف کہیں اور شروع ہو جاتی ہے اور وہ تکلیف پھر ایوانوں میں پہنچ جاتی ہے۔ تو پھر ایسے کردار اور ایسی تکالیف جب ایوانوں سے اٹھیں گی تو [***] بولا جائے گا۔ کیوں نہ بولا جائے اور جو [***] نہیں ہوتے اگر ان کو سو دفعہ بھی [***] بولا جائے تو انہیں تکلیف کبھی نہیں ہو گی۔ ہمیں ہزار دفعہ بھی غدار بولا جائے ہمیں تکلیف نہیں ہو گی لیکن اگر [***] کو [***] بولیں گے تو تکلیف تو ہو گی۔ بہت شکریہ۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ہم اس ایوان میں کسی کی ہتک نہیں کرنا چاہتے، خاص طور پر کسی فاضل ممبر کی۔ تو [***][2] کا لفظ میں حذف کرتی ہوں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی آپ کا ایک منٹ اس کے بعد دیکھ لیں گے۔ آج کافی دیر ہو چکی ہے۔ میں نے ان سے رپورٹ مانگی ہے اور یہ time sensitive معاملہ ہے اور ان کو جانا بھی ہے۔ ہم ایوان کو conclude کر لیں۔ اس پر آپ کل بات کر لیں۔ آپ تمام کے ساتھ وعدہ ہے کہ جن ممبران کو وقت نہیں ملا ان کو پرسوں وقت مل جائے گا۔ اب دس گھنٹے تو session نہیں چلے گا۔ آپ یہ discussion بالکل raise کر لیجئے گا۔ عون صاحب یہ بات کل بھی ہو سکتی ہے اور میں نے ان سے رپورٹ مانگی ہے اور ان کو ابھی جانا بھی ہے۔ آپ House conclude کرنے دیں۔ اچھا ان کو ایک منٹ دے دیں۔ اگر کسی سینیٹر کا کوئی مسئلہ ہے تو کر لیں۔ لیکن پلیز صرف ایک منٹ ہے۔ ان کا mic کھول دیں۔

Point of Public Importance raised by Senator Kamran Murtaza regarding the incident of running over of a car on pro-Palestine protest camp at D-Chowk, Islamabad.

سینیٹر کامران مرتضیٰ: میڈم! میں ایک منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔ یہاں مشتاق صاحب بیٹھا کرتے تھے۔ وہ Save Gaza کے نام سے ایک non political تحریک چلا رہے ہیں جن

2 ***[Words expunged as ordered by the Chair]

میں اور بہت سے لوگ بھی شامل ہیں جو نہ مذہبی بنیاد پر نہ اور کسی بنیاد پر بلکہ صرف انسانی بنیاد پر ہے، اس پر گاڑی چڑھائی گئی ہے اور دو لوگوں کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایسے لوگوں کے نام آرہے ہیں جو کسی ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ خدا کے واسطے، وہ بھی انسان تھے۔ اب وہ معاملہ بھی شاید linguistic حوالے سے کہیں نہ کہیں آپ کو تنگ کرے گا۔ تو اس لیے بہتر یہ ہے کہ اگر انسانیت کے نام پر کوئی معاملہ چل رہا تھا تو اس کو بھی دیکھ لیں۔ دو دنوں سے نہ اس کو media رپورٹ کر رہا ہے نہ وہ House میں آرہا ہے اور نہ ہی کہیں اور یہ معاملہ discuss ہو رہا ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے جی۔ اس پر بھی Interior Minister سے رپورٹ مانگ لیتے ہیں۔ آپ اس پر مطمئن رہیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: کل آپ تینوں بات کر لیں۔ میڈم یہ تو آپ نہ کہیں کہ session کا کوئی time نہیں۔ جب چیئر conclude کرتا ہے تو conclude ہو جاتا ہے۔
You obviously don't know about this. Please have some patience.

آپ رؤف حسن صاحب کے ساتھ ہونے والے واقعہ کے بارے میں رپورٹ بتائیں جی۔

Senator Azam Nazeer Tarar, Minister for Law and Justice

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں پارلیمانی لیڈروں کا ایک ابہام دور کرتا چلوں۔ میڈم چیئرپرسن نے ایک longest session hold کیا ہے جو ساڑھے دس بجے شروع ہوا تھا اور اب تقریباً پونے تین بج چکے ہیں اور بغیر کسی break کے session چل رہا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے پارلیمانی لیڈرز کو پہلے رواجاً mic ملتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ ہم بڑی جماعتوں کی بات کریں تو ہماری طرف سے کل پارلیمانی لیڈر بولے تھے آج طلال چوہدری صاحب کو mic ملا کل شبلی صاحب بولے، آج محسن صاحب نے بول لیا ہے، سارے دوستوں کا اسی طرح ہوتا ہے۔ میں صرف ایک، دو وضاحتیں عرض کروں۔ فاضل سینیٹر کامران مرتضیٰ صاحب نے کہا کہ یہ special session کیوں بلایا

گیا، یہ وہ calendar ہے، جو آپ کے پارلیمانی لیڈر نے چیئرمین سینیٹ کے ساتھ بیٹھ کر طے کیا تھا۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: یہ share کیا ہوا ہے اور website پر بھی موجود ہے، میں نے اس کی copy منگوائی ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر صاحب آپ یہ بھی بتادیں کہ پارلیمانی لیڈر اپنے group میں share کرلیں، ہم نے کر دیا ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم نے دن پورے کرنے ہوتے ہیں، business نہیں تھا، آپ نے آج issues discuss کیے ہیں، پرسوں جمعے والے دن بھی کریں گے۔ ہم نے اس کو چھوٹا کرلیا کہ اس کو غیر ضروری prolong نہ کریں، اس سے قومی خزانے کی بچت بھی ہو۔ آپ کا پہلا دن 2024-04-9 کو تھا، 04-25 سے 04-29 تک آپ کا session تھا وہ ہوا۔ اب یہ session 20 and 21 کے لیے propose کیا گیا تھا اور اس نے 31 تک چلنا تھا، کل Business Advisory میں سب نے بیٹھ کر کہا ہے کہ اس کو اس جمعہ تک چلائیں اور ہم اگلا session اگر ضرورت پیش نہ آئی تو ہم بجٹ سے منسلک کرلیں گے۔ مہربانی کرکے آپ اپنا record درست رکھیں، اس کے ساتھ میں وزیر پارلیمانی امور بھی ہوں یہ خط مجھے سینیٹ سے موصول ہوا کہ calendar کے مطابق تیسرا اجلاس اس نئی سینیٹ کا بلایا جائے، ہم اگر نہ بلاتے تو ایمل صاحب کے بقول غداری اور، بے ادبی میں آجاتے۔ ہم نے بلا لیا ہے تو بھی ہم جواب دے رہے ہیں، یہ ایک چھوٹی سی وضاحت تھی۔ رؤف حسن صاحب کے معاملے میں کہوں گا کہ وزیر داخلہ ایرانی صدر شہید کے حوالے سے جنازے میں شرکت کے لیے delegation میں وزیر اعظم صاحب کے ساتھ تہران گئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جانے سے پہلے مجھے brief کیا اور وہ IG اسلام آباد علی ناصر رضوی صاحب کو ذمہ داری سونپ کر گئے تھے۔ میں نہ صرف session شروع ہونے سے پہلے ان سے report لیتا رہا ہوں بلکہ میں نے ایک بار درمیان میں میڈم پریذائیڈنگ آفیسر صاحبہ کی اجازت سے lobby میں بیٹھ کر ڈیڑھ گھنٹہ پہلے ان سے

ساری latest report الی۔ جو بھی حقائق اکٹھے ہوئے ہیں، وہ آپ سب کے سامنے ہیں، رؤف حسن صاحب کے اپنے بیان کے مطابق انہوں نے جو دیا ہے، من وعن FIR درج کرلی گئی ہے۔ FIR کے بعد پولیس کی ایک special investigation team تشکیل دے دی گئی ہے، حسن جہانگیر صاحب SP level کے ایک اچھی reputation کے آفیسر ہیں، انہیں in-charge بنایا گیا ہے۔ ان کے ساتھ experienced officers شریک ہیں، رؤف حسن صاحب نے بتایا ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ یا ان سے ملتے جلتے لوگوں کے ساتھ کوئی چھ یا سات دن پہلے بھی واقعہ ہوا ہے۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں عرض کر رہا ہوں جو مجھے بتایا گیا ہے۔ یہ بھی واقعہ ہوا لیکن انہوں نے اس واقعے کو معمولی سمجھتے ہوئے report نہیں کیا۔ اب ان کی تصاویر CCTV camera سے یا جو بھی videos viral ہوئی ہیں ان سے لے کر ان کو forensic lab اور NADRA کی lab میں بھجوایا گیا ہے کہ اگر وہ National Data Base سے trace ہو سکے تو وہ trace ہو جائیں گے۔ باقی تفتیش کے لیے کچھ چیزیں ایسی ہیں میرے خیال سے میں floor of the House پر نہ کہوں جو forensic techniques آج کل کی ہیں to reach to some suspects وہ ساری deploy کر رہے ہیں۔ They are also keeping the victim posted. رؤف حسن صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے انہیں بتایا ہے کہ ہم یہ یہ measures لے رہے ہیں۔ رؤف حسن صاحب یا ان کے رفقا کے پاس کوئی further evidence یا کوئی چیز ہو تو وہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔

میڈم! حکومت اس واقعے کی پوری سنجیدگی سے تحقیق کر رہی ہے اور کرے گی، ہمیں اس بات کا دکھ اور افسوس ہے۔ ہر شہری معتبر ہے اور خاص طور پر جو سیاسی کارکنان ہیں، ان کے حوالے سے جب یہ بات ہوتی ہے تو sensitivity بڑھ جاتی ہے۔ پوری سنجیدگی سے اس مقدمے کو لیا جارہا ہے، اسی لیے کامران مرتضیٰ صاحب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں، عام طور پر اس طرح کے مقدمات میں اقدام قتل کی دفعہ نہیں لگائی جاتی۔ As an abundant caution کیونکہ بلیڈ کا

استعمال ہوا اور ان کا زخم تھا۔ انہوں نے وہ بھی لگائی کہ وہ criticize نہ ہو کہ آپ نے صرف ضرر کی دفعات لگادی ہیں، یہ ساری چیزیں پولیس ایک team کے طور پر دیکھ رہی ہے and they are directly reporting to concerned Authorities یعنی Chief Commissioner Islamabad کو بھی report کی جا رہی ہے۔ مجھے بھی اس حوالے سے جو ذمہ داری دی گئی تھی وہ مجھے وقفے وقفے سے بتاتے ہیں، کچھ چیزیں ہیں جو میں آپ سب کی اجازت سے اس لیے share نہیں کرنا چاہتا کہ وہ چیزیں بتانے سے کئی ملزمان trace ہونے کے حوالے precautionary measures لے لیتے ہیں، ان کے معاملات otherwise ہوتے ہیں۔ میں خود بڑے دکھ سے یہ بات کرتا ہوں کہ اس طرح کے واقعات نہیں ہونے چاہئیں۔ حکومت کی Law and order اور لوگوں کے جان اور مال کے تحفظ کی ذمہ داری ہے، بہرکیف اتنی بڑی آبادی میں یہ واقعات ہوتے ہیں لیکن حکومت کی سنجیدگی پر شک نہ کیا جائے، ہم اس کو منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: Conclude کرنے سے پہلے آپ سے ایک گزارش ہے۔ آپ الگ بھی بات کرلیں،

we are concluding now, we will make sure.

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: آپ اپنے معاملے کو خود غیر سنجیدہ کرنا چاہتے ہیں، اس کا تو کوئی بھی حل نہیں ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: وزیر قانون آج دو دن سے یہ debate چل رہی ہے سینیٹر واوڈا اپنا point لے کر آئے ہیں، اس حوالے سے آپ اسے منطقی انجام تک پہنچائیں، سیکریٹریٹ سے بھی report issue کروائیں اور اس حوالے سے ہمیں constitutional Rules and Provisions کے مطابق ہی advise کیا جائے اور پھر اسے منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔ اس پر دو دنوں سے ایوان میں debate ہوئی اور بہت ساری باتیں کیں، یہاں سے دوہری شہریت کی بھی بات ہوئی، یہاں سے بہت ساری تجاوزات کی بھی بات ہوئی۔ اب ادارے اپنے اپنے دائرہ کار میں

رہیں گے تو ہم سب بہت کام کر سکیں گے، میں سمجھتی ہوں ہم سب کی بات ہے، اب آپ اس کو منطقی انجام تک لے کر جائیں۔ باقی Members یہاں پر اپنے اپنے Point of Orders لے کر آئے ہیں، ان کو مہربانی کرکے carry over کرلیں، سیکریٹریٹ آپ نام لکھ لیں۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: I am not party, I don't think you know about the history of this House and how much the Chair has spoken, even ruled on this actual provision. 184

پر Chair نے rulings تک دی ہیں، آپ مہربانی کرکے تشریف رکھیں، آپ اس ایوان کی تاریخ دیکھ لیں۔ بالکل صحیح ہے، کر دیں گے۔ جی وزیر صاحب۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں مشتاق صاحب کا matter take up کرتا ہوں، سینیٹر مشتاق احمد صاحب ہمارے ساتھی رہے ہیں اور مشتاق صاحب ایک noble cause کے لیے کام کرتے ہیں۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں نے اس حوالے سے جو کچھ عرض داشت رکھی تھی prima facie رؤف حسن صاحب کا بھی یہی estimate تھا اور وہاں پر جو لوگ عینی شاہدین ہیں، ان کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ transgender ہی ہیں، پولیس کی ابھی تک کی ابتدائی تفتیش میں بھی یہی آرہا ہے۔ میں کچھ چیزیں floor of the House پر اس لیے نہیں کہتا، اس کی وجہ سے۔۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: جی بالکل آجائے گی، یہ depend کرتا ہے کتنی جلدی آتی ہے لیکن دیکھیں میں سنجیدگی کی وجہ سے وہ چیزیں یہاں پر نہیں رکھنا چاہ رہا جب آپ لوگوں کو خود clue دے دیتے ہیں کہ اب آپ غائب ہو جائیں اور آپ کو فلاں فلاں پتا تھا۔

(مداخلت)

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: سینیٹر عون عباس صاحب! میں آپ سے بات کرلوں گا، آپ مقدمے کو سنجیدگی سے لیں، ہم یہ آپ کے لیے ہی کر رہے ہیں، جی بالکل بڑی سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔ جو بات معزز اراکین نے کی، سینیٹر فیصل واوڈا نے جس معاملے پر Point of Order پر گفتگو شروع کی اور ہمارے بہت سارے اراکین نے دونوں اطراف سے مختلف نقطہ نظر دیا۔ میں ایک وضاحت کرتا چلوں، حکومتی نمائندے کے طور پر this is not as a member of this August House میں حکومتی نمائندے کے طور پر اس impression کے حوالے سے یہ بات ضرور کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اداروں میں ٹکراؤ والی بات نہیں ہے۔ چیف جسٹس آف پاکستان ایک انتہائی قابل احترام، متحمل مزاج upright and balanced Judge ہیں، ان کی Rule of Law کے لیے contributions ہیں، وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔ ان کی ذات نے ماضی میں جو کچھ جھیلا وہ بھی ہمارے سامنے ہے کہ منصف ہونے کے باوجود کس طرح ان کو اور ان کی بیگم اور بچوں کو کٹہرے میں کھڑا کیا گیا یہ تاریخ ہمیں اتنی جلدی نہیں بھولنی چاہیے اور تھوڑی سی بادام کھا کر اپنی یاداشت ٹھیک رکھنی چاہیے۔ ایمل ولی صاحب نے بات کی انہوں نے بالکل صحیح کہا کہ جس کہانی کا آغاز ہم نے 1947 and 1948 میں کیا وہ کہانی جاری ہے اور ہم تاریخ سے سبق نہیں سیکھ رہے۔ ہمیں تاریخ سے سبق سیکھنے کے لیے سب سے پہلے introspection خود احتسابی کی ضرورت ہے۔ مجھے قطعاً خوشی نہیں ہے کہ سیاسی لوگ جیلوں میں ہیں لیکن میں نے بطور وکیل کے، کامران مرتضٰی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جو میرے ساتھ مقدمات میں جاتے رہے ہیں، ساڑھے چار سال 24/7 کالا کوٹ، سفید قمیض اور کالی ٹائی کے ساتھ کبھی ایک عدالت میں، کبھی دوسری میں، کبھی وہاں detention order لیں، کبھی وہاں ہیروئن کا مقدمہ، کبھی وہاں پر رات کو عدالت کھلوا کر حنیف عباسی کو اندر کیا جا رہا ہے، کبھی رانا ثناء اللہ کے لیے اوپر آیت الکرسی لکھی ہے اس کی طرف ہاتھ کرکے کہا جا رہا ہے کہ اس کو صحیح گرفتار کیا ہے اور ساری قوم نے دیکھا ہے کہ وہ کیا تھا۔ کبھی 25,25 دنوں تک ہمیں لوگوں کا پتا ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ کہاں ہیں، اس لیے ان باتوں کو چھوڑیں اور سب مل کر اس نظام کو چلانے کے لیے آگے کی سوچیں۔

سیاست میں ایمل ولی صاحب کی اپنی رائے ہے، مولانا صاحب کی اپنی رائے ہے، میری اپنی رائے ہے، علامہ صاحب نے فرمایا کہ یہ power game ہے، بالکل ہو گی، ہونی چاہیے، اس کا ایک حصہ ہے لیکن سیاست میں خدمت بھی ہے حضرت۔ اگر آپ سیاست دل سے اور نیت کے ساتھ کریں تو سیاست میں خدمت بھی ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے اچھی باتیں سیکھنی چاہییں۔ گفت و شنید کیا ہے، dialogue کیا ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے آپ کو مکے کے ذریعے قائل نہیں کرنا، میں نے آپ کو دلیل کے ذریعے قائل کرنا ہے۔ اس ایوان سے میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ اگر بات دلیل سے ہو گی، آپ کو سارا ملک سنے گا، میری استدعا یہ ہے کہ اس معاملے پر بھی آج بات نہیں ہوئی، یہ بات پچھلے تین سال سے بھی ہو رہی ہے جب سے میں اس ایوان کا رکن ہوں اور بطور قاری کے، اخبارات اور TV کے ناظر کے طور پر بھی یہ بات پچھلے کئی سالوں سے ہو رہی ہے کہ آیا سیاستدان ہی ہیں جو receiving end پر رہیں گے۔ یہ بد قسمتی اور بد نصیبی ان ایوانوں میں بیٹھنے والوں کی ہے کہ انہوں نے ہی ہر وقت receiving end پر رہنا ہے کہ کبھی وزیراعظم کو تختہ دار پر لٹکا دیں، ایک وزیراعظم کو till the rising of the Court سزا دیں اور کہیں کہ آج کے بعد آپ وزیراعظم نہیں ہیں اور وہ سر جھکا کر بیگ اٹھا کر گھر چلے جائیں۔ کسی وزیراعظم کے خلاف جب آپ نے ساری رپورٹیں اکٹھی کر لیں تو آپ نے کہا کہ اسے ابھی تو فارغ کرنا ہے، مقدمات تو بعد میں چلیں گے سزائیں ہونے میں وقت لگے گا تو اسے اقامے پر گھر بھیج دیا۔ بہت سارے MNAs آپ کی طرف سے بھی اور ہماری طرف سے بھی، یہاں بھی اور پیچھے بھی بیٹھے ہوئے ہیں، اور بھی بہت سے دوست ہیں، دوسرے ایوان میں بھی ہیں، مجھے ان MNA کا بھی پتا ہے جنہیں اس وجہ سے گھر بھیج دیا گیا کہ ان کی 33 سالوں سے اپنی اہلیہ سے separation تھی، اب قانون یہ کہتا ہے کہ آپ نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے ٹیکس گوشواروں میں اپنے اثاثے ہر سال ظاہر کرنے ہیں۔ میں افتخار چیمہ صاحب کا نام لے کر کہہ رہا ہوں، ان کی اہلیہ نے ذرعی زمین کی کچھ کنالیں فروخت کیں جو وہ inform نہیں کر سکیں کیونکہ وہ اکٹھے نہیں رہتے تھے، یہ ریکارڈ کی بات ہے، انہیں اس بات پر تاحیات نااہل کر دیا گیا کہ آپ نے اس سات کنال زمین کا حساب نہیں دیا۔

دیکھیں جب اس طرح کی زیادتیاں ہوں گی criticism ہم پر بھی ہوتا ہے کہ ہم excess کرتے ہیں، ہم حدود سے باہر جا رہے ہیں لیکن پھر جو ادارے کام کر رہے ہیں وہ اس دائرہ کار میں رہتے ہوئے کام کریں۔ کل شبلی فراز صاحب نے کہا کہ وزیر قانون نے کل پریس کانفرنس کی، میں نے بالکل کل پریس کانفرنس کی اور میں صرف اس وقت پریس کانفرنس کرتا ہوں جب میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں صحیح بات کر رہا ہوں اور میں اپنے ایک ایک لفظ کو own کرتا ہوں۔ آئین پاکستان کسی عدالت کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ غصے میں جو اس کے دل میں آئے وہ کہہ دے۔ وہ کہے کہ اگر یہ کام ابھی اس طرح نہ ہوا تو میں وزیراعظم کو یہاں پر بٹھا دوں گا، میں کابینہ کو یہاں بٹھا دوں گا، وہ پچیس کروڑ لوگوں کے نمائندے ہیں، آئین کے آرٹیکل 248 میں انہیں immunity حاصل ہے، بڑا clarity کے ساتھ آئین کا آرٹیکل کہتا ہے کہ انہیں ان کے official functions میں بلا کر جوابدہ نہیں کر سکتے۔ یہ عدالت چلانے کا کیا طریقہ ہے۔ آپ اپنے فیصلوں کے ذریعے جو حکم جاری کرنا چاہتے ہیں وہ ضرور کریں یہ شرط تو نہیں ہے کہ سامنے ساری کابینہ کو بٹھا کر کرنا ہے یا وزیراعظم کو بٹھا کر یا سارے Secretaries سے کام چھڑوا کر آٹھ آٹھ گھنٹے آپ نے وہاں پر بٹھا دینا ہے۔ یہ باتیں عوامی نمائندوں کے طور پر ہمیں کرنی چاہییں۔ اگر اداروں کی بات ہوتی ہے تو یہ ادارے عوام کی طاقت کے ذریعے بنتے ہیں۔ ان اداروں کی عزت اور توقیر کی حفاظت کرنا آپ کا، میرا اور ہم سب کا فرض ہے۔ پارلیمان ایک سپریم ادارہ ہے، اس آئین کا خالق کون ہے، پاکستان کے عوام ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے تابع پاکستان کی عوام نے Constituent Assembly منتخب کی، انہوں نے یہ آئین بنایا۔ Time to time آپ لوگوں نے مشاورت کے ساتھ وہ ترامیم بھی کیں جن میں ایک dissenting vote نہیں آیا یعنی کہ سب نے اکٹھے بیٹھ کر ترامیم کیں۔

Article 184 کی بات ہوئی اسی ایوان میں 184(3) کا بل آیا، اس بل کو کمیٹی کو بھجوایا گیا، پھر بیچ میں تعطل آ گیا کیونکہ قومی اسمبلی نہیں تھی، فاروق نائیک صاحب کا شاید بل تھا، سینیٹر علی ظفر صاحب نے کہا کہ بہت اچھا بل ہے اس پر بیٹھ کر اکٹھے بات کریں گے۔ اسی ایوان نے اور قومی اسمبلی نے Practice and Procedure Act pass کیا، بہت کھٹکا لگا۔ مجھے تنقید کا

نشانہ بنایا گیا، میرا مذاق بھی اڑایا گیا، کہا گیا کہ آپ اقتدار کی محبت میں کیا کیا کر رہے ہیں۔ آپ سب نے دیکھا کہ اس پر full Court بیٹھی اور full Court نے کہا قانون سازی پارلیمان کا اختیار ہے، پارلیمان نے یہ درست قانون بنایا ہے، اس کی ایک شق پر اعتراض تھا، ایک ووٹ کے فرق سے اس شق کو strike down کیا گیا، باقی سارے law کو uphold کیا گیا۔ ہمیں اپنی اور اپنے ادارے کی عزت و توقیر کے لیے within the bounds of Constitution and law, we must speak, we must protect our rights اور ہمیں اس سمت میں آگے بڑھنا ہو گا۔ اگر ادارہ جاتی مداخلت بند نہ ہوئی، ساروں کی باتیں درست ہیں، جو ادارے ادہر سے مداخلت کر رہے ہیں، ان کے لیے بھی قانون اور آئین یہ کہتا ہے کہ وہ اپنی حدود میں رہ کر کام کریں۔ جو آئینی ادارے ہیں، عدالتیں ہیں، مقنّنہ ہے، انتظامیہ ہے ان کی domain بھی اس کتاب میں طے شدہ ہے۔ اس ایوان کا رکن بھی محترم ہے، کسی شخص کے بارے میں غیر ضروری طور پر یہ کہنا کہ وہ فلاں فلاں کا agent ہے میرے خیال میں یہ غیر مناسب بات ہے۔ ہماری عدالتوں نے ہمیشہ ہمیں یہ کہا ہے اور Code of Conduct بھی یہی کہتا ہے کہ فیصلوں کے ذریعے بتایا جائے۔ لکھ کر بتایا جائے کہ آپ کی رائے کیا ہے، آپ کا فیصلہ کیا ہے۔

بہر کیف اس پر گفتگو ہوئی ہے۔ دوسرا اس میں issue یہ ہے کہ یہ معاملہ بھی subjudice ہے، تیسرا اس ایوان میں بہت سے دوستوں نے یہ بھی کہا ہے، طلال چوہدری کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں he had been on the receiving end اس نے ایک بات کرنے پر پانچ سال suffer کیا ہے۔ اس نے کہا کہ اب وقت ہے کہ اس ملک کو بحرانوں سے نکالنے کے لیے، اس ملک کے عوام کو انصاف پہنچانے کے لیے، 23 لاکھ مقدمات کو نمٹانے کے لیے کہ ہم انا کی ان باتوں سے نکل کر آگے کی سوچیں۔ ہم Contempt کو as a weapon استعمال نہ کریں، یہ ان کی رائے تھی اور میں ان کی رائے کی قدر کرتا ہوں اور میں یہ امید رکھتا ہوں کہ ہماری اعلیٰ عدلیہ چیف جسٹس آف پاکستان کی سربراہی میں جو golden principles of restraint and magnanimity ہیں انہیں سامنے رکھتے ہوئے ہمیشہ مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں اور Contempt Laws میں ہمیشہ extreme caution and care

exercise کی جاتی ہے۔ مجھے اس بات کا بھی ادراک ہے کہ آئین کی کچھ شقوں اور Rules of Procedure کو اگر اکٹھا پڑھا جائے تو ہماری کچھ حدود و قیود ہیں، ہمیں کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے، کچھ لوگوں کی یہ بھی رائے ہے کہ اگر ہمیں طلب کیا جا سکتا ہے تو پھر انہیں بھی طلب کریں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں رواداری کا ثبوت دینا چاہیےand we should go by book کتاب میں جو لکھا ہے ہمیں اس کے مطابق آگے چلنا چاہیے لیکن پھر میں ایک بات کہوں گا کہ یہ سب کچھ کرتے ہوئے ہمیں اس ایوان کی اور اس کرسی کی توقیر کا بھی خیال رکھنا ہے اور ہمیں اس کی حفاظت کرنی ہے۔ اس کے لیے میں اپنے اپوزیشن کے دوستوں سے بھی کہوں گا کہ غلطیاں آپ سے بھی ہوئی ہیں اور غلطیاں ہم بھی کر رہے ہیں، انسان ہیں، جب آپ کو زخم لگے ہوں تو آپ کسی اور عینک کے ساتھ دوسرے کو دیکھتے ہیں، زخم لگانے والے کے بارے میں آپ کا دل بھرتے ہوئے کچھ وقت لگتا ہے لیکن maturity کا یہ تقاضا ہے کہ ہم ایک congenial atmosphere میں اپنی معیشت کی گاڑی کو آگے لے کر چلیں۔ پاکستان کے عوام آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ انہیں مہنگائی کے عفریب سے نکالا جائے، اس جہنم سے باہر نکالا جائے، اس کے لیے مجھے اور آپ سب کو مل کر کام کرنا ہے۔

میڈم! میں بہت ادب سے یہ گزارش کروں گا کہ this matter may be referred to the Senate Secretariat. ہمارے بہت قابل اور able officers وہاں موجود ہیں۔ ساری باتیں انہوں نے note down کی ہوئی ہیں they can always prepare a report, put up a note to the honourable Chairman for future course of action and then that matter can be placed before this House, with utmost respect.

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: شکریہ وزیر قانون آپ کا ظرف اور میں اس House کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں سب نے بہت تحمل سے کوشش کی کچھ یہاں بھی تجاوزات ہوئی ہیں floor پر۔ میرے بھائی سینیٹر صاحب یہ agreement ہے کہ جو جو رہ گیا ہے ان کو ہم Friday کو list دے

دیں گے۔ یہ طے ہو گیا ہے کہ ہم Friday کو list دے دیں گے۔ آپ کا نام Friday کے لیے رکھ دیا ہے۔ سیکرٹری صاحب سب کے نام please note کر لیں، سیکرٹری صاحب نام note کر لیں، ادھر سے دو ممبرز ہیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر:.It is fine اوہ میں نے آپ کو already کہہ دیا ہے۔ میں نے already کہہ دیا ہے کوئی بات نہیں۔ اس پر Senate Secretariat صرف اتنا action لے سکتا ہے کہ وہ آپ کو ادراک اور جو Rules and Procedures ہیں اور آئین ہے ان کو۔۔آپ تشریف رکھیں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ conclude کر لیں۔ آپ please mic میں بولیے، آپ mic میں بول دیں جو بھی آپ کو کہنا ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں پھر وضاحت کر دیتا ہوں ابڑو صاحب سن لیا کریں۔ آپ بڑے بھائی ہیں ، محترم ہیں سن تو لیں۔ میں نے بہت تحمل سے ساری بات آپ کے سامنے رکھی ہے۔Article 68 بھی میرے سامنے ہےArticle 66 بھی میرے سامنے ہے۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ممبران کے نام Friday کے لیے دے دیے ہیں۔ساڑھے دس بجے سے ایوان چل رہا ہے۔

سینیٹر اعظم نذیر تارڑ: میں نے یہی تجویز دی ہے کہ آئین کے Articles 66, 68 and Rules of Procedure کو سامنے رکھتے ہوئے۔ ہمارا Secretariat دیکھ کر ایک note put up کر دے گا۔ ایک note put up ہو گا Chairman Senate کے پاس۔

Direction of Presiding Officer regarding the matter raised by Senator Fesal Vawda and subsequent discussion thereof

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے۔

Matter raised by Senator Vawda is of serious nature, I direct the Secretariat to examine the matter in the light of the Constitution, Provisions and Rules and Procedures and submit the case to the honourable Chairman Senate. Absolutely, that is the way to conclude it.

آپ سینیٹر ابڑو کو بھی سمجھا دیں کہ Friday کو ان کو موقع مل جائے گا، نہیں تو پانچ اور ممبرز بھی ہیں آپ کے بھی اور ادھر کے بھی۔ آپ سب کا بہت بہت شکریہ۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: House میں موجود نہیں ہیں۔ ابڑو صاحب House میں موجود نہیں ہیں آپ کو Friday کو موقع ملے گا۔ چیئرمین صاحب بیٹھیں گے ان کو نام دیے ہوئے ہیں۔ آپ نے پانچ منٹ بات کرنی ہے دے دیتے ہیں۔ دے دیتے ہیں آپ کو بیٹھ جائیں۔ ابڑو صاحب کو پھر آپ کو بھی دینا ہے۔ پانچ لوگوں کو نہیں دے سکتے ہر side سے ایک ایک ممبر بول لے۔ آپ لوگ decide کر لیں ایک ایک دونوں sides سے بول لے تلخی نہیں کریں۔ تلخی کا گھر نہیں کریں۔ آپ لوگ decide کر لیں کون بولے گا یہاں سے دو منٹ کے لیے، آپ decide کر لیں وہاں سے کون بولے گا ٹھیک ہے۔ تلخی مت کریں۔

(مداخلت)

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: آپ بولیے پھر وہاں سے بھی ایک ممبر بولیں گے۔ آپ آخر میں بول لیں ان کو پہلے بولنے دیں تشریف رکھیں۔ ابڑو صاحب آپ دو منٹ کے لیے بول لیں مگر Friday کو آپ نے detail میں جو بھی کہنا ہے کہہ دیجیے گا۔ Pressurize کوئی بھی نہیں ہو

رہا ہے ہم تمام فاضل ممبرز کی عزت کرتے ہیں۔آپ تشریف رکھیں۔Mr. Barristerآپ بہت دیر سے آئے ہیں۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: اعظم صاحب میں آپ سے ایک التجا کرتا ہوں۔ مجھے کوئی خوشی نہیں ہے Chair کو address کرنے کی، مجھے کوئی خوشی نہیں ایسی speech کرنے کی۔ یہ سیدال خان ناصر کا حق ہے وہ Deputy Chairman ہیں۔Chairmanکی غیر موجودگی میں Deputy Chairman بیٹھتا ہے۔ ہم سے senior Kamil Ali Agha بیٹھے ہیں آپ سارے دوست یہاں بیٹھے ہیں۔ آج جس طریقے سے انہوں نے House چلایا یقین کریں ٹھیک ہے۔۔۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: سب کو موقع دینے کی کوشش کی ہے ابڑو صاحب۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میڈم! ایک منٹ۔ بات یہ ہے کہ یہ House ہے ، یہ House ہمیں ethics سکھاتا ہے، یہ House ہمیں قانون سکھاتا ہے۔ چیئرمین کے ہوتے ہوئے۔۔۔ بھائی آپ سے میں نے بات ہی نہیں کی۔ آپ ان کو بٹھائیں۔ میڈم! آپ ان کو بٹھائیں،آپ کی Party کا بندہ ہے آپ ان کو بٹھائیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: میں ان کو ضرور بٹھا دوں گی، سینیٹر پونجو آپ تشریف رکھیں۔ ہم تحمل سے سب کی بات سن رہے ہیں اگر وہ کچھ غلط کہہ رہے ہیں تو کوئی بات نہیں ان کو حق ہے کہنے کا۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میں نے کچھ بھی غلط نہیں کہا۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: جی جی میں کسی کی ذات پر نہیں جاؤں گی۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: میڈم! آپ کی عزت کرتے ہیں۔آپ بیٹھ جائیں۔ میڈم! آپ ان کو بٹھائیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: ٹھیک ہے ٹھیک ہے پونجو بھائی آپ فاضل سینیٹر ہیں آپ کو بھی، تین لوگ بولنا چاہ رہے تھے میں نے کہا Friday کو رکھ لیں ان شااللہ وقت نکال لیں گے آپ کے

لیے Friday کو سارا وقت نکل آئے گا۔ آپ کا بھی time ہے اب دیکھیں 03:30 ہو گئے ہیں یہی گزارش ہے آپ سے۔

سینیٹر سیف اللہ ابڑو: آپ اپنے بندے کو بٹھائیں یہ ابھی ابھی آیا ہے۔ میں اگر سندھ کے ایک ایشو پر بات کروں گا تو آگ لگ جائے گی اس لیے بات نہیں کروں گا۔ یہ صرف بابو بھائیوں کی گاڑیوں میں سے اسلحے کا جواب نہیں دے سکتے بلاوجہ مجھے نہ کھولیں۔ یہ اتنا نہ چلائیں یہاں، جب CM Sindh نے کہا کہ اسلحہ کون دیتا ہے کچے کے ڈاکوؤں کو، تو اگلے دن ان کے advisor کی گاڑی سے اسلحہ پکڑا گیا مجھے نہ کھلوائیں۔ میں جانتا ہوں آپ جتنے انقلابی ہیں۔

میڈم پریذائیڈنگ آفیسر: اس پر کر لیجیے گا بات۔ سینیٹر ابڑو آپ senior member ہیں اس پر آپ Friday کو جواب لے لیجیے گا۔ پرسوں اس پر جواب لے لیجیے گا اس وقت اب آپ کیا۔۔

(مداخلت)

Madam Presiding Officer: The House stands adjourned to meet again on Friday the 24th May, 2024 at 10.30 a.m.

[The House was then adjourned to meet again on Friday the 24th May, 2024 at 10.30 a.m]